U13373. 8-12-09.

Title - TAZKIRA WIQAR YAANI MUKHTASIR HALAAT NAWAB WIQARUD DAULA WIQAR UL MULK

Creator - Mohd. Ameen Zuberi, Murattiba

Publisher - N.A.

Date - 1938.

Pages - 388

Subjects - Tazkira Mushaheer - Aligarh - Wiqar ul Mulk Mushtaq Hussain Khan; Wiqar ul Mulk Mushtaq Hussain Khan - Sawaneh.

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ

تذکرۂ وقار

یعنی
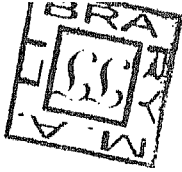
مختصر حالات نواب وقار الدولہ وقار الملک

مولوی مشتاق حسین خاں بہادر انتصار جنگ

سابق

معتمد مال گذاری مملکت آصفیہ حیدرآباد دکن

--(و)--

بانی آل انڈیا مسلم لیگ و آنریری سکریٹری ایم اے او کالج علی گڑھ

مرتبۂ

محمد امین زبیری مارہروی وظیفہ یاب مہتمم تاریخ حکومت بھوپال

۱۳۵۷ھ

۱۹۳۸ء

فہرست مضامین

دیباچہ

ہندوستان کے اس عصرِ جدید میں جس کا آغاز تاجِ برطانیہ کی حکومت ۱۸۵۸ء سے ہوتا ہے برباد شدہ اور زوال یافتہ مسلمانوں کی قومی تعمیر و تشکیل میں جس طرح سر سید احمد خاں (غفرلہٗ) کا مرتبہ سب سے بلند و برتر ہے اسی طرح ان کے اعوان و رفقائے کار میں مولوی سید مہدی علیؒ (نواب محسن الملک) اور منشی مشتاق حسین (نواب وقار الملک) نمایاں اور ممتاز درجہ رکھتے ہیں جو یکے بعد دیگرے سر سید کے ہی جانشین ہوئے اور قوم نے ان کو اپنا رہبر و قائد تسلیم کیا۔

ان تینوں جلیل القدر شخصیتوں نے اس زمانہ میں قومی تعمیر و تشکیل کا عزم کیا جبکہ نفسی نفسی کا عالم تھا، تقریباً ساٹھ سال تک وہ متحداً اور منفرداً اس مقصد کی تکمیل میں نوبت بہ نوبت سرگرمِ عمل رہے اور آنے والی نسلوں کے لئے ایک پائدار عمارت تیار کر گئے۔

زمانہ کتنا ہی ترقی کر جائے، کتنے ہی قائد آسمانِ شہرت و عزت پر تارے بن کر چمکیں، کیسے ہی سخت و صعب معرکے پیش آئیں اور سر کئے جائیں مگر قومی مطلع پر ان بزرگوں کے خلوص و ایثار اور ہمت و عمل کی روشنی سب پر غالب رہے گی۔ اور انھیں کے شاندار کارناموں سے قومی اصلاح و ارتقا کی تاریخ کا آغاز ہوگا۔

ایسے واجب الاحترام بزرگوں کے سوانح حیات نوجوانوں کے لئے دلیلِ راہ اور شمعِ ہدایت ہیں، جن کی ترتیب و تدوین بھی بلاشبہ ایک قومی خدمت و فرض

ہے۔ اس خدمت میں بھی اسی جماعت کے ایک ممتاز بزرگ مولانا الطاف حسین حالی کو خاص اوّلیت و امتیاز حاصل ہے جنھوں نے سرسید کی ضخیم لائف لکھ کر نہ صرف اُن کے مُہتم بالشان کاموں اور قومی احسانوں کو حیاتِ جاوید بخشی بلکہ اُردو میں ایک مایہ ناز لٹریچر کی شاہراہ بنادی۔

اسی نقشِ قدم اور نمونہ پر ضرور تھا کہ سرسیدؒ کے ان دونوں جانشینوں کے سوانح حیات بھی لکھے جاتے لیکن اہل قلم تعلیم یافتہ طبقہ کے سامنے نئے نئے علمی میدان کھُل جانے اور تفریحاتِ ادب کی مصروفیتوں یا یہ کہ احساسِ فرض کے فقدان سے یہ "ضرورت" ضرورت ہی متصور نہ ہوئی اور اس فرض کے ادا کرنے کی ایسے شخص کو جرأت کرنی پڑی جس کو اُدبا و عُلماء کے صفِ نعال میں بھی جگہ نہیں مل سکتی۔

جہاں تک ان بزرگوں کی قومی خدمات کا تعلق ہے اس کا مواد فراہم کرنا اگر آسان نہ تھا تو بہت زیادہ مشکل بھی نہ تھا، لیکن مملکتِ نظام کے نظم و نسق اور مختلف النوع فرائض اور خدمات کے حالات کو جمع کرنا اور ان اسرار و رموز تک رسائی حاصل کرنا جو دولت آصفیہ کے صیغہ سیاسیات سے متعلق ہیں دشوار سے دشوار تر تھا۔ نواب محسن الملک کی رحلت کے بعد جب کسی طرف سے بجز چند اخباری مضامین کے مستقل تذکرہ یا سوانح کی صدا نہ اٹھی تو راقم نے یہ ارادہ کیا مگر چاکری کی مجبوری اور اس مشکل تر مرحلہ کے خیال سے جی چھوٹ گیا تا آنکہ نواب وقار الملک کا انتقال ہوا اور اب ان کی باری آئی۔ اس وقت کچھ فرصت بھی تھی اور کچھ اسباب بھی مہیّا ہو گئے۔ برادرِ محترم مولوی صبغۃ اللہ صاحب بی۔ اے کی مہربانی سے مواد کا ایک معقول حصّہ خود نواب وقار الملک کے یہاں ملگیا اور اس کے مطالعہ سے مزید رہنمائی ہوئی، ایم اے، او کالج کے مواد کا بہت بڑا مرتب

ذخیرہ مولوی نظام الدین حسن، بی اے، ال ال، بی (سابق ڈپٹی کمشنر برار معین المہام بھوپال) رئیس نیوتنی (اودھ) نے اپنی خانگی دفتر سے عنایت کردیا۔ لٹن لائبریری (مسلم یونیورسٹی) میں انسٹیٹیوٹ گزٹ کے قدیم فائل موجود تھے، متعدد ایسے اصحاب سے مراسلت کی جن کو ان دونوں کے ساتھ ذاتی تعلق رہ چکا تھا، اور ان میں سے بعض اصحاب نے یادداشتیں لکھیں بعض اصحاب کی خدمت میں جابجا خود حاضر ہونا پڑا اور اُن سے مستند واقعات قلمبند کئے اور مزید معلومات حاصل کیں۔

حیدرآباد سے نواب سر فریدوں جنگ، نواب فخر یار جنگ نے بھی رہبری فرمائی اور میرے عزیز محترم منشی شفقت حسین زبیری نے تو محنت شاقہ کرکے پورا ذخیرہ مواد فراہم کردیا۔ متعدد اصحاب نے خانگی خطوط[1] مرحمت کئے۔ جو ایک تذکرہ یا سوانح عمری کے لئے سب سے قیمتی اور اہم مسالہ ہے۔

یہ نادر اتفاق تھا کہ ان دونوں بزرگانِ ملت کی زندگی میں اتنی یکسانی تھی کہ شاید ہی دوسرے دو آدمیوں کی زندگی میں ہو، دونوں نے یکساں حالت سے ترقی کی، دونوں دو تین سال کے فرق سے (جو اُن کی عمروں میں تھا) سرسید کی تحریک میں شریک ہوئے، سال دو سال کے تفاوت سے دونوں حکومتِ نظام کی ملازمت میں داخل ہوئے، دونوں نے قابلِ رشک اوج و عروج حاصل کیا اور اتنی ہی مدت کے وقفہ سے ریاستی سازشوں کے جال میں پھنس کر حیدرآباد کو خیرآباد کہنے پر مجبور ہو گئے، اور پھر دونوں نے علیگڈھ تحریک کی ترقی اور قومی خدمت میں عمریں بسر کردیں۔ محسن الملک نے اکتوبر ۱۹۰۷ء میں اور وقار الملک نے جنوری ۱۹۱۷ء میں رحلت کی، اس لئے قدرتی طور

---

[1] راقم نے اُن خطوط کا ایک مجموعہ مکاتیب کے نام سے ۱۹۱۸ء میں شایع کردیا ہے۔

پر دونوں کی سوانح حیات کا مواد ایک ساتھ ملتا رہا۔ اسی سلسلہ میں دیگر مشاہیر اصحاب کے متعلق بھی جو کچھ ملا اُس کی یادداشت بھی قلمبند کر لی گئی۔

اس مواد کے فراہم ہو جانے کے بعد ترتیب و تالیف کی نوبت آئی، محسن الملک کے مواد میں ہنوز کمی تھی اِس لئے وقار الملک کے سوانح سے کام شروع کیا اور ۱۹۲۱ء تک مسودہ مکمل ہو گیا۔ ادھر ۱۹۱۹ء سے آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے دفتر میں بھی یہی ارادہ تھا۔ راقم کو مصارف طباعت کی اور کانفرنس کو مواد کی مجبوری نے باہمی معاہدہ پر آمادہ کیا اور بالآخر یہ کتاب "وقار حیات" کے نام سے شایع ہوئی جس پر صرف مولوی اکرام اللہ خاں ندوی کا نام مصنف کی حیثیت سے درج تھا۔ اس کی اشاعت سے قبل "بشیر پاشا سیریز"[1] کی اسکیم سامنے آچکی تھی۔ اور اس سلسلہ میں راقم نے سرسید اور ان کے رفقا کے مختصر تذکرے مرتب کرائے اور کئے چنانچہ منجملہ آٹھ تذکروں کے چار خود لکھے جن میں ان دونوں بزرگوں کے بھی تھے۔

---

[1] ۱۹۲۵ء میں مولوی بشیر الدین صاحب منیجر اسلامیہ ہائی اسکول اٹاوہ کے جواں مرگ فرزند بشیر پاشا بی۔ اے کی یادگار میں مشاہیر کے مختصر تذکروں کی اشاعت تجویز کی گئی تھی چنانچہ حسب ذیل تذکرہ مرتب ہوئے:۔

تذکرہ سرسیّد — از — نور الرحمٰن صاحب بی۔ اے (علیگ)

تذکرہ سیّد محمود
تذکرہ وقار الملک
تذکرہ محسن الملک
تذکرہ مولانا حالیؔ
} محمد امین زبیری

تذکرہ مولوی سمیع اللہ خاں — سید عبد الکریم صاحب بی۔ اے۔ ال۔ ال۔ بی (علیگ)

تذکرہ مولوی نذیر احمدؒ
تذکرہ مولانا شبلی
} مولوی محمد مہدی صاحب

پھر محسن الملک کے سوانح حیات "حیات محسن" کی باری آئی، اور اس کو کانفرنس خاکسار مصنّف کے نام سے ہی شائع کرنے پر مجبور کی گئی، اشاعت سے قبل بہت کافی اور اہم مواد اتفاقیہ طور پر دستیاب ہو گیا جس کو کانفرنس نے شامل کرنا مناسب نہ جانا لیکن یہ ایک ظلم ہوتا اگر وہ منظر عام پر نہ لایا جاتا۔ اور منتشر و برباد ہو جاتا۔ چنانچہ راقم نے ۱۹۳۳ء میں "بشیر پاشا سیریز" کے مختصر تذکرہ کو اضافات کے بعد شایع کر دیا، اسی طرح یہ "تذکرہ وقار" بھی شایع کیا جا رہا ہے۔

اُردو ادب سے عدم توجہی تفریحی و جذباتی لٹریچر کی گرم بازاری اور مزید برآں طباعت و اشاعت کی مشکلات و گرانباری کا بھی اقتضا یہی ہے کہ اس نوعیت کی کتابوں کو حشو و زوائد سے پاک رکھا جائے اور ایجاز و اطناب میں احتیاط رکھ کر ضخامت کم کی جائے تاکہ تصنیفی مقصد بوجہ احسن حاصل ہو اور راقم نے اسی اصول پر ان تذکروں کو مرتب کیا ہے۔

ان میں ریاستی زندگی کا حصّہ نہایت اہمیّت سے بھرا ہوا ہے اور عجیب و غریب سیاسی واقعات کا حامل ہے اس کا مواد ملنے کے بعد اس کو سمجھنا بھی ایک نازک سوال تھا لیکن یہ دربار بھوپال کے توسّل کا فیض ہے کہ راقم نے اس کو سمجھا اور صفحات کاغذ پر نمایاں کیا۔ یہ امر کہ راقم تصنیفی حیثیت سے کس حد تک کامیاب ہے چنداں قابل لحاظ نہیں کیونکہ راقم نے نہ تو تصنیفی شہرت کی تمنا سے اس تذکرہ کو مرتب کیا ہے اور نہ تجارتی غرض اور مالی نفع کی امید سے صرف ایک فرض کا احساس قومی شکر گذاری اور عقیدت کا اثر و اقتضا ہے۔

(نوٹ):۔ اِن دونوں کتابوں کی تالیف در اصل ایک المیہ ہے اور اگر کبھی کسی نے مصنفین کا تذکرہ لکھا تو وہ اس وقت تک مکمل نہ ہوگا جب تک کہ یہ دردناک افسانے بیان نہ کیے جائیں گے۔

نواب وقار الملک کے حالات و سوانح ولادت سے رحلت تک لکھے گئے ہیں اور اس تسلسل سے اُن کی زندگی کا ہر دَور پورے طور سے نگاہ کے سامنے آجاتا ہے ان تمام اَدوار کا مطالعہ اس حقیقت کو نمایاں کرتا ہے کہ ماں کی ابتدائی تربیت اور مذہبی تعلیم سے جو نقوش ابتدا میں مرتسم ہوئے وہ نفسِ واپسیں تک قائم رہے۔

معمولی ملازمت کے فرش سے حکومت نظام کے مناصب اعلیٰ کی کرسی تک ایک وسیع ملک کے نظم و نسق اور اصلاح میں اور پھر ریذیڈنسی اور ریاستی پالیٹکس کے خارزار میں کامیابی کی مسرت و سرشاری اور ناکامیوں کی تلخی وافسردگی میں عروج و اقتدار اور زوال و معزولی کی بہار و خزاں میں قوم کی مزدورانہ خدمت سے مخدومیت و قیادت کے مرتبہ میں تعلیمی و سیاسی مراحل اور باہمی کشمکشوں اور فرقہ بندیوں میں دوست دشمن عزیز و غیر کے ساتھ تعلقات اور عوام و خواص اور غربا و امرا کے ساتھ برتاؤ میں گھر کے صحن و دالان اور پبلک مجامع میں غرض اُن کی زندگی کے ہر ایک حال و قال اور حرکت و سکون میں اسلامی سیرت و اخلاق کا ہی جلوہ نظر آتا ہے۔ انھوں نے قدرت کے فیّاضانہ عطیات کی پوری قدر کی اور ذہانت و بیدار مغزی دقیقہ سنجی و نکتہ رسی اور عزم و حوصلہ کا جو جوہر پایا تھا اس کو پورے طور پر چمکایا وہ درجہ بدرجہ عام حالت سے ترقی و شہرت اور تنگی سے فارغ البالی تک پہنچے اور ان منازل کی رہروی سے زبردست نفسیاتی تجربے حاصل کئے مگر یہ ان کا عیب تھا یا خوبی کہ زمانہ حاضرہ کی ڈپلومیسی کے شاطر نہ تھے اور ہر بات کو صداقت و ایمان داری کے معیار پر پرکھتے تھے۔

چونکہ یہ تمام تر زندگی اپنے تنوعات کے ساتھ محاسن و فضائل اخلاق کا نہایت نمایاں مظہر ہے اس لئے عام روش سے ہٹ کر راقم نے اخلاق و عادات کے لئے کوئی باب مخصوص نہیں کیا اور خود مطالعہ کرنے والوں کے غور و فہم پر چھوڑ دیا ہے اسی طرح

وقار الملک کی عالمانہ فضیلت اور ادبی و انشائیہ قابلیت پر بھی کوئی بحث و تبصرہ نہیں لیکن متعدد مواقع پر جہاں ان کی سرکاری و قومی تحاریر و مضامین اور اُن کے خانگی خطوط کے حوالے اور اقتباس ہیں وہ ہندوستان میں فارسی لٹریچر کے آخریں اور اُردو ادب کے نشو ونما کے اوّلین دَور کا نہایت اچھا نمونہ ہیں جن میں عالمانہ فضیلت کی آب و تاب موجود ہے اور انشا کے ساتھ احتیاط و حفظ مراتب اور سلاست بیان ان کا امتیازی وصف ہے۔

اوائل عمر میں وقار الملک کو سرسیّد کا فیض تربیت حاصل ہوا تھا اور عرصہ تک ان کی ماتحتی و رفاقت میں رہے مذہبی معتقدات کے علاوہ ہر حیثیت سے وہ سرسیّد کے مقلّد تھے مگر ان کی یہ تقلید "تقلید جامد" نہ تھی چنانچہ اس صدی میں جب تعلیم و سیاست کے میدان وسیع ہو گئے تو انھوں نے سرسید کی قائم کردہ حدود سے باہر نکلنے میں تامّل نہ کیا ان سے نکلے اور تیزی کے ساتھ آگے بڑھے

سرسید کے زمانہ میں علیگڑھ تحریک کا دائرہ حکّام سلطنت اور طبقاتِ خواص تک محدود تھا نواب محسن الملک نے اس کو وسیع کیا اور نواب وقار الملک نے وسیع تر کر کے علی گڑھ کو حقیقی طور پر قومی تحریک کا مرکز بنا دیا۔ اور قوم کے تمام طبقات اُسکے ساتھ وابستہ کر دیئے

ان کا زمانہ بہ لحاظ سیاسیات نہایت پر شور اور سخت تھا مگر انھوں نے کامیابی کے ساتھ گذارا طالب علموں اور نوجوانوں میں سیاسی آرا و افکار اور کردار و اعمال کی بنیاد ڈالی قومیت کا زبردست جذبہ و حوصلہ پیدا کیا اور بالآخر ان کی ذات جدید تعلیم یافتہ سیاسیین کی محور و مرکز بن گئی۔

اس شخصیّت جلیل نے کم و بیش نصف صدی قومی خدمت کر کے آئندہ نسلوں کے لئے اپنے اوصاف کا ایک بیش بہا ورثہ چھوڑا اور اس کی موت پر قدیم تعلیم کے اصحاب کی قیادت و رہبری کی تاریخ بھی ختم ہو گئی۔

۱۵
محمد امین زبیری علی گڑھ

مئی ۱۹۳۶ء

انتساب

میں نہایت ادب و احترام کے ساتھ اس تذکرۂ وقار کو
قوم کے مخلص ہمدرد آنریبل سر مولوی محمد یعقوب وکیل و رئیس
مراد آباد کے عزیز و گرامی نام سے منسوب کرتا ہوں جن کا
دل نواب وقار الملک کی عظمت و محبت سے معمور ہے اور جنھوں
نے اس شخصیتِ جلیل کی رفاقت میں ایک عرصۂ دراز تک
قابل تعریف طریقہ سے قومی خدمات انجام دی ہیں۔

محمد امین مؤلف تذکرہ

آنریبل مولوی سر محمد یعقوب
رئیس مراد آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تذکرہ

نواب وقار الدولہ وقار الملک مولوی مشتاق حسینؒ خان بہادر
مشیر معتمد دولت آصفیہ آنریری سکریٹری محمڈن اینگلو اورنٹیل کالج
علی گڑھ و بانی آل انڈیا مسلم لیگ
رئیس امروہہ

باب اوّل

ابتدائی حالات ملازمت و قومی خدمات

ولادت و تربیت و تعلیم مولوی مشتاق حسینؒ ۲۹ محرم ۱۲۵۷ھ مطابق ۲۴ مارچ ۱۸۴۱ء کو موضع سرادہ میں پیدا ہوئے۔ اُن کے والد شیخ فضل حسینؒ تھے جن کا جدّی سلسلہ دیوان عبدالمومن خاں سے ملتا ہے جو دربار شاہجہانی میں دیوان[۱] تن کے منصب پر فائز تھے۔

---

[۱] عہد مغلیہ میں یہ عہدہ وزارت کے ہم پایہ تھا جس سے جمع خرچ سلطنت عطا و ترقی اور مناصب کا تعلق تھا۔

ان کا خاندان (کنبوہ) صوبہ متحدہ[۹۲] کے چند اضلاع میں آباد ہے جس کی خصوصیات و امتیازات کے اعتبار سے ایک شان دار تاریخ ہے اور اس زمانہ جدید میں بھی تعلیمی خدمت کے لحاظ سے کچھ کم ممتاز[۹۳] نہیں مشتاق حسین کی عمر چھ مہینے کی ہوئی تھی کہ باپ کا سایہ عاطفت سر سے اُٹھ گیا اور ان کی پرورش اور تعلیم و تربیت کا بار قدرت نے صرف ماں (بتول النساء) پر ڈال دیا۔ اس زمانہ کے تمام شریف خاندانوں میں عورتوں کی تعلیم اتنی کم ہوگئی تھی کہ گویا وہ تعلیم کے قابل ہی نہ تھیں تاہم اُن کی تربیتِ اخلاق بدرجۂ اتم ملحوظ رہتی تھی اور یہ خانگی تربیت اُن خواتین میں وہ اخلاقِ حسنہ اور صفات عالیہ پیدا کرتی تھی جو صنفِ اناث کے لئے مایہ شرف ہیں۔

بتول النساء اگرچہ ناخواندہ تھیں مگر اخلاق و صفات کا ایک مکمل نمونہ تھیں انھوں نے یتیم بیٹے کی پرورش و تربیت میں حفظانِ صحت اور اخلاقِ فاضلہ کے اصول ملحوظ رکھے اور ان اصولوں کے ساتھ فطری سعادت کے امتزاج نے بیٹے میں اطاعت، وقت کی پابندی، سادگی، انسانی ہمدردی، صداقت، حفظ مراتب اور بہت سے اخلاقِ فاضلہ پیدا کر دیئے جو قوائے جسمانی کے ساتھ ساتھ نشو و نما پاتے رہے اور نفسِ واپسیں تک قائم رہے۔ زندگی کے دشوار گذار مرحلوں، اقتدار حکومت اور دولت و امارت کی بہاروں میں قوم کی سرداری اور قوم کی خدمتوں میں زمانہ کو اُن ہی اخلاق کا مشاہدہ اور تجربہ ہوا جو شفیق ماں کی تربیت کا نتیجہ ہے۔

---

[۹۲] ایک شاخ پنجاب کے دوچار اضلاع مثل پانی پت وغیرہ میں بھی ہے لیکن بُعد مکانی کے سبب سے تعلقات برادری قائم نہیں رہے اب کنبوکانفرنس کے قیام سے امید ہے کہ یہ شاخیں مل جائینگی۔

[۹۳] خان بہادر مولوی بشیر الدین بانی و منیجر اسلامیہ ہائی اسکول اٹاوہ، مولوی سعید احمد صاحب مارہروی منیجر شعیب محمدیہ ہائی اسکول آگرہ اس صوبہ میں خاص طور پر مشہور ہیں۔ اور ڈاکٹر ضیاء الدین احمد سی آئی ای پی ایچ ڈی حال وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی کی تو عالمگیر شہرت ہے۔

جب زمانہ تعلیم آیا تو قدیم دستور کے مطابق رسم بسم اللہ کے ساتھ مکتبی تعلیم کا آغاز ہوا لیکن اس دور قدیم کے مکاتب کو دور جدید کے مدارس سے کوئی مناسبت نہ تھی چٹائی ٹاٹ یا دو ایک چوبی تخت ایک کمرے یا دالان میں بچھے ہوئے مولوی صاحب یا میاں جی دونوں وقت بچوں کو تعلیم دیتے عموماً شام کو تختی لکھوائی جاتی - ہر طالب علم بالعموم منفرداً پڑھتا تھا بڑے مکاتب میں ایک خلیفہ بھی ہوتا ہوشیار اور بڑی عمر کے طلبا استاد کی خدمت کو شرف وسعادت سمجھتے تھے مہینہ میں حسب حیثیت تنخواہ اور عیدین اور شب برات کے تہواروں میں عیدی پیش کی جاتی تھی - یہ تنخواہ اور عیدی چند آنوں سے شروع ہو کر زیادہ سے زیادہ روپیہ دو روپیہ پر ختم ہو جاتی غربا کے بچے مفت پڑھتے لیکن ان کے ساتھ شفقت و تعلیم میں کوئی امتیاز نہ ہوتا تھا -

اسی تعلیم و تربیت کے وہ بہترین اخلاقی نتائج نکلتے تھے جو اس زمانہ کے اسکولوں اور کالجوں میں مفقود ہیں -

ان مکاتب کے بعد ایک درجہ تکمیل تھا یعنی طلبا کسی عالم کے پاس کسی مسجد یا مکان میں جمع ہو جاتے اور وہاں عربی ادب، فقہ اور تفسیر و حدیث کا درس لیتے اور یہ تعلیم عموماً بغیر کسی معاوضہ کے محض حصول خیر و برکت کے لئے دی جاتی تھی -

مشتاق حسینؒ نے بھی مکتب کی تعلیم مکمل کر کے امروہہ کے ایک جید عالم مولوی راحت علیؒ صاحب مرحوم سے عربی میں مذہبی تعلیم حاصل کی -

اس زمانہ میں تحصیلی (ورنیکلر) مدارس کا آغاز ہو گیا تھا اور ایسے مدارس کے سند یافتوں کو ملازمت ملنے میں آسانی ہوتی تھی اسی خیال سے انہوں نے تحصیلی مدرسہ میں بھی تعلیم پائی پھر رڑکی انجینرنگ کالج میں داخل ہوئے اور ۱۸۶۰ء میں امتحان دیا -

ملازمت اور سر سید کا فیض صحبت | چونکہ عام اشراف خاندانوں میں آئندہ

ترقی مدارج کا زینہ ملازمت کو سمجھا جاتا تھا مشتاق حسین کو بھی ملازمت کا خیال ہوا اور جس تحصیلی مدرسہ کے وہ طالب علم تھے اُسی میں دس روپیہ کے قائم مقام نائب مدرس مقرر ہوئے۔

۱۸۶۰ء میں قحط کے امدادی کاموں کے سلسلہ میں ضلع مرادآباد سرسید کے سپرد تھا۔ انہوں نے امروہہ کے محتاج خانہ کی نگرانی پر نوجوان مولوی مشتاق حسین کو مقرر کیا جنہوں نے بڑی دل سوزی سے فرائض خدمت انجام دیئے

اس کے بعد وہ مختلف مقامات میں محرری واہلمدی اور سررشتہ داری بندوبست وصدر الصدوری کے مدارج طے کرکے علی گڑھ کی ججی میں منصرم ہو گئے خوش قسمتی سے یہاں بھی سرسید کی پیشی اور ماتحتی میں کام کرنے کا موقع ملا جو اس زمانہ میں صدر الصدور (سب آرڈنیٹ جج) تھے۔

یوں تو ان کی محنت وذہانت اور قابلیت کا اثر تمام حکام پر تھا جن سے ان کا سابقہ ہوا لیکن سرسید خاص طور پر متاثر تھے اُن کی دوررس نظر نے بغور دیکھ لیا تھا کہ ؎ بالائے سرش زہوشمندی - می تافت ستارۂ بلندی - اس لئے بہت پائدار توجہ اور مربیانہ شفقت تھی۔

مولوی مشتاق حسین کام میں غیر معمولی طور پر تیز تھے اور اکثر اپنے ساتھیوں کی مدد دیتے رہتے تھے انہوں نے اوقات فرصت میں امتحان تحصیلداری کی تیاری کی

لے مولوی مشتاق حسین کے ماموں مولوی امام الدین صاحب (مرحوم) ڈپٹی کلکٹر مرادآباد میں سرسید کے ساتھ انتظام قحط میں شریک تھے اور دونوں میں دوستانہ وعزیزانہ مراسم و تعلقات ہو گئے تھے۔

مولوی مشتاق حسین اکثر ماموں کے پاس مقیم رہتے اور سرسید کی خدمت وصحبت میں حاضر ہوتے۔ اور یہی وہ تعلقات اور فیضان صحبت تھا جن کی بنیادوں پر ان کی قومی خدمات کی عظیم الشان عمارت تعمیر ہوئی۔

اور ۱۸۶۳ء میں صیغہ فوجداری میں کامیاب ہوئے۔ چونکہ صیغہ دیوانی میں آیندہ ترقی انگریزی دانی کے ساتھ مشروط ہوگئی تھی اور صیغہ مال میں ہنوز راستہ کھلا ہوا تھا اس لئے تبادلہ کرا لیا۔

اس صیغہ میں کچھ عرصہ تک پیشکار، نائب تحصیلدار اور قائم مقام تحصیلدار بھی رہے ۱۸۷۴ء میں جب گورکھپور اور بستی میں قحط کے امدادی کام جاری ہوئے اور سر سید اس کے نگراں مقرر کئے گئے تو انہوں نے کچھ مدت کے لئے سر جان اسٹریچی سے بطور خاص درخواست کرکے مولوی مشتاق حسین کی خدمات اپنی امداد کے لئے حاصل کیں اور ان کی خدمات کا حکام بالا دست کی جانب سے تحریری اعتراف ہوا

دو مرحلے

اس دور ملازمت میں مولوی مشتاق حسین کو دو سخت مرحلے پیش آئے جن میں اُن کے توکل علے اللہ اعتماد علے النفس اور استقامت طبع کا امتحان ہوتا ہے

ہر عہدہ دار کے دل پر ان کی دیانت و قابلیت کا نقش مرتسم تھا اس لئے منصرمی کے زمانہ میں وہ لوکل کشنر مقرر ہوتے رہتے تھے اور جو کیفیتیں لکھتے تھے اُن سے حکام متفق و مطمئن ہو جاتے تھے لیکن ججی کے عہدہ پر جب مسٹر ایس این مارٹن آئے جو ایک خاص قسم کی طبیعت رکھتے تھے وہ کسی حاسد کی بدگوئی سے یا خود ہی بدگمان ہوگئے اور اُن کے کام پر ایک سخت ریمارک کیا۔

اُس وقت کیا اب تک بھی کسی منصرم کو کسی انگریز جج کے مقابلہ میں کسی احتجاج کی جرأت بہت کم ہوتی ہے مگر باوجودیکہ مولوی مشتاق حسین اس صیغہ سے تبادلہ کرا چکے تھے اور ایک اور انگریز افسر کے ماتحت تھے تاہم انہوں نے اس ریمارک کے خلاف نہایت زبردست احتجاج کئے۔

دوسرا مرحلہ یہ تھا کہ اوقات دفتر میں پابندی کے ساتھ وہ نماز کے لئے اٹھ جاتے تھے اور یہ بات مسٹر کالون کلکٹر کو جن کی ڈپٹی میں وہ کام کرتے تھے

سخت ناگوار تھی انہوں نے رد کا اس پر جھگڑا ہوا اور بالآخر مولوی مشتاق حسین نے رخصت کی درخواست پیش کی مگر مسٹر کالون نے اس کے لینے سے انکار کر دیا اور طنزاً یا حقیقتاً استعفا پیش کرنے کی ہدایت کی چنانچہ انہوں نے نماز پڑھنے کی اجازت کی اور وہ غیر حاضری جو نماز کی وجہ سے ہوتی تھی معاف کئے جانے کی درخواست کی اور بصورت عدم منظوری رخصت چاہی اور رخصت کی نامنظوری کی صورت میں اس درخواست کو بطور استعفا[1] قبول کئے جانے کی استدعا کی۔

ان کی مستقل ملازمت کو اس وقت تک چودہ سال گذر چکے تھے۔ سو روپیہ مشاہرہ تھا جو اُس زمانہ میں ہی ایک معقول تنخواہ نہ تھی بلکہ آج بھی گریجویٹوں کو بڑی مشکل سے ملتی ہے اور پھر ترقی کے آخری منازل یعنی تحصیلداری و ڈپٹی کلکٹری کا راستہ صاف تھا لیکن انہوں نے خدا پر توکل کیا اور احکم الحاکمین کی اطاعت کو دنیاوی حاکم کی اطاعت پر مقدم رکھ کر استعفا پیش کر دیا نتیجہ میں رخصت منظور کر لی گئی اور ملازمت قایم رہی۔

قومی خدمات کا آغاز علی گڑھ میں جو قومی تحریک شروع ہوئی تھی اس میں مولوی مشتاق حسین بطور ایک خادم کے شریک ہوئے اور اُن کے دل میں ہمدردی کا جو ولولہ و جذبہ فطرت نے ودیعت کیا تھا اب وہ ظاہر ہونے لگا ہر ایک کام جو اُن کے تفویض کیا جاتا محنت و دلچسپی سے انجام دیتے سیٹفک[2] سوسائٹی اور پریس کا اہتمام اور تہذیب الاخلاق کی اشاعت کا انتظام ان کے ذمہ تھا۔ ۱۸۶۶ء میں وہ سیٹفک سوسائٹی کے ممبر اور پھر معاون منتخب ہوئے۔

۱۸۷۰ء میں سر سید نے جب کمیٹی خواستگار تعلیم مسلمانان کی جانب سے ایک بیت

---

[1] سر سید کو جب اس ناگواری کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے ایک دلچسپ اور حوصلہ افزا خط لکھا مگر اس خط کے موصول ہونے سے پہلے ہی تمام معاملہ ختم ہو چکا تھا۔ (مجموعہ خطوط سر سید صفحہ ۱۰۹)

[2] ملاحظہ ہو حیات جاوید۔

مالک ہوگیا۔ بدنور مین گڑا خزانہ یعنی دفینہ بھی پایا۔ چارون طرف
اپنی عملداری بڑھانے لگا۔

١٧٦٧ء

١٧٦٧ء مین نظام علی نے میسور پر چڑھائی کی۔ انگریزی
فوج بھی اقرار کے موافق اسکے ساتھ ہوئی۔ تیسری ستمبر کو حیدر علی نے
انگریزی فوج سے لڑکر شکست کھائی حیدر علی نظام علی سے ملگیا
دونون نے انگریزون کا مقابلہ کیا۔

اُنکی بھیڑ بھاڑ ستر ہزار آدمیون کی تھی اور اُنکی طرف کل بارہ ہزار
لیکن دشمنون نے شکست کھائی اور اُنکی چونسٹھ توپ انگریزون کے
ہاتھ آئین ندان نظام علی نے تو کچھ دے دلاکر انگریزون سے صلح کرلی اور
حیدر علی لڑتا رہا کبھی اُسکا کچھ نقصان ہوجاتا کبھی انگریزون کا کبھی اِنکا کوئی قلعہ اُسکے

١٧٦٩ء

ہاتھ چلاجاتا اور کبھی اُسکا اِنکے ہاتھ آجاتا۔ یہان تک کہ ١٧٦٩ء مین حیدر علی
نے بھی انگریزون سے میل کرلیا۔ اُنھون نے اُسکی جگہین اُسسے
لوٹادین اُسنے اُنکی اُنھین دے دین دونون نے آپس مین
بچاو کے لیے ایک دوسرے کی مدد کرنے کا قرار کیا۔

١٧٧٠ء

١٧٧٠ء مین سیف الدولہ کے مرنے پر اُسکا بھائی
مبارک الدولہ بنگالہ کا صوبہ دار ہوا۔ نابالغ تھا کمپنی نے کہا
کہ اِسکے لیے خالی سولہ لاکھ روپیہ سال دینا کافی ہے اِس سے

زیادہ کچھ ضرور نہین چونتیس لاکھ کفایت مین آیا۔

۱۷۷۳ء

سنہ ۱۷۷۳ء مین انگلستان کی پارلیمنٹ والون نے دیکھا کہ کمپنی لالچ مین آکر اور اپنے نوکرون کو کم تنخواہین دیکر ملک کا انتظام بگاڑتی ہے اور قرض بھی بڑھاتی جاتی ہے ایک قانون ایسا جاری کیا کہ جس سے اڑھائی لاکھ روپیہ سال پر ایک گورنر جنرل مقرر ہوا اور اُسکی کونسل مین چار ممبر اسّی اسّی ہزار روپیہ سالانہ کے رہین کمپنی کو گورنر جنرل کے مقرر کرنے کا اختیار ملے لیکن منظوری اُسکی بادشاہ کے ہاتھ رہے پانچوین سال گورنر جنرل بدلا جاوے اور کلکتہ مین ایک سوپریم کورٹ قائم کیا جاوے اُسکے تینون جج بادشاہ کے حضور سے مقرر ہوا کرین۔

وارن ہیسٹنگز پہلا گورنر جنرل

۱۷۸۵ء

پہلا گورنر جنرل جو یہان مقرر ہوا وارن ہیسٹنگز تھا۔ یہ سنہ ۸۵ء مین نوکر ہوکر آیا تھا اور اسوقت بنگالہ کی گورنری کے عہدہ پر تھا۔

وارن ہیسٹنگز نے جب دیکھا کہ کلائیو کی تجویز کے بموجب نواب اور کمپنی کی شراکت مین حکومت رہنے سے کبھی انتظام درست نہوگا ضلع ضلع مین انگریزی حاکم بھیجکر کلکتہ مین صدر بورڈ آف ریونیو اور صدر نظامت اور صدر دیوانی کی عدالتین مقرر کرین

اسمین شک نہین کہ ہندوستانی پھربھی انگریزی عہدہ دارون کے شریک رہے لیکن نوکر سب کمپنی کے ہوگئے کلکٹری اور دیوانی کے حاکم کا شریک ایک دیوان رہتا تھا فوجداری کے حاکم کے ساتھ ضلع کا قاضی ومفتی اور مولوی بیٹھتا تھا۔ بورڈ آف ریونیو مین ایک ہندوستانی راے رایان کے خطاب سے تھا۔

اب ذرا حال شاہ عالم بادشاہ کا سُنو اسکے دل مین پھر دہلی کے درمیان تخت پر بیٹھنے کی ہوس سمائی۔ انگریزون نے کچھ مدد نہ کی۔ اسنے تکاجی ہلکر اور مہاجی سیندھیا کے پاس پیغام بھیجا اُن مرہٹون نے سنہ ۱۷۷۱ء مین اُسے دہلی لیجاکر تخت پر بٹھا دیا۔ ۱۷۷۱ء اور الہ آباد اور کوڑے کا علاقہ اس سے زبردستی اپنے نام لکھا لیا۔

انگریزون نے اُس بہانہ سے کہ اب تو آپ ہمارے دشمنون کے یعنی مرہٹون سے ملگئے الہ آباد اور کوڑا دونون ضبط کرکے پچاس لاکھ پر شجاع الدولہ کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ اور لارڈ کلائیو نے جو تینون صوبون کی دیوانی کی بابت چھبیس لاکھ روپیہ سال دینے کا قرار لکھدیا تھا وہ بالکل گویا پانی سے دھو ڈالا۔

شجاع الدولہ مدت سے فکر مین تھا کہ روہیلکھنڈ روہیلون سے چھین لے قابو نہ پاتا تھا۔ اب سنہ ۱۷۷۴ء مین لڑائی کا خرچ اور ۱۷۷۴ء

چالیس لاکھ روپیہ نقد دینا قبول کرکے انگریزون کو اُبھر چڑھا لیگیا۔ بیچارے روہیلے شکست کھاکر تین تیرہ ہوگئے صرف فیض اللہ خان اُنکے سردارون مین بچ رہا۔ شجاع الدولہ نے اُسے بھی تنگ کیا اور نہ چھوڑا لیکن پھر روہیلکھنڈ مین اُسے پندرہ لاکھ کا علاقہ رامپور جاگیر کے طور پر دے دیا۔

۱۷۷۵ء کے شروع مین شجاع الدولہ دوسری دنیا کو سدھارا اور اُسکی مسند پر اُسکا بیٹا آصف الدولہ بیٹھا۔ کونسل والون کی یہ راے ٹھہری کہ شجاع الدولہ سے جو عہد و پیمان ہوے تھے وہ اسی کی زندگی بھر کے لیے تھے آصف الدولہ کے ساتھ تب بحال رہینگے جب وہ بنارس کا علاقہ کمپنی کو نذر کرے۔ اور انگریزی فوج کا خرچ بڑھا کر دو لاکھ ساٹھ ہزار روپیہ مہینہ کردے۔ مثل مشہور ہے زبردست کا ٹھینگا سر پر آصف الدولہ کو ناچار بنارس کا علاقہ بھی دینا پڑا اور فوج کا خرچ بھی بڑھانا پڑا۔

۱۷۶۱ء

۱۷۶۱ء مین بالاجی راو پیشوا کے مرنے پر اور پھر ۱۷۷۲ء مین اُسکے بڑے لڑکے مادھو راو پیشوا کے مرنے [پر]

۱۷۷۲ء

اُسکا بھائی رگھوناتھ راو جسے راگھوبا بھی کہتے ہین اُسکے چھوٹے لڑکے نارائن راو پیشوا کو مار کر آپ پیشوا بن بیٹھا تھا۔ پھر جب نانا

نارائن راؤ کی رانی کے لڑکا ہوا اور سیندھیا اور ہلکر اسکی تیچ پر ہین ڈرکر گجرات کی طرف بھاگ گیا۔ اور بمبئی مین انگریزون سے مدد چاہی۔ بمبئی والون نے سالسٹ کا ٹاپو اور اُسکے پاس بسین کا بندر جو اُس وقت مرہٹون کے قبضے مین تھا کمپنی کے نام لکھوا کر کچھ فوج دے دی۔

پر کلکتہ کی کونسل والون نے یہ بات منظور نہ کی۔ اور اپنا ایجنٹ پونا بھیجکر پورندر کے درمیان ۱۷۷۶ء مین نارائن راؤ کے لڑکے سے جو رگھوناتھ کے بھاگنے پر پیشوا ہو گیا تھا خالی سالسٹ کا ٹاپو لیکر اور بسین کا دعوی چھوڑکر صلح کر لی۔ ۱۷۷۶ء

۱۷۷۸ء مین پیشوا کے منتریون مین یعنی اہلکارون مین پھوٹ پڑی نانا پھڑنویس نے تو پیشوا کی طرف رہ کر سیندھیا سے مدد لی اور رابو سکھارام نے رگھوناتھ کی طرف ہو کر انگریزون سے مدد مانگی جب انگریزی فوج سے پونا کل آٹھ کوس رہ گیا کرنل ایجرٹن اور کرنل کوبرن اسکے افسرون نے توپین تالاب مین ڈالکر فوج کو پیچھے ہٹنے کا حکم دیا۔ اور جب دوسرے دن بڑگانون مین پیشوا کی فوج نے آگھیرا۔ سالسٹ پیشوا کو اور بھڑوچ سیندھیا کو دے کر کمپنی کی طرف سے عہدنامہ لکھدیا۔ کورٹ آف ڈائرکٹرس نے دونون افسرون کو اس ۱۷۷۸ء

قصور مین موقوف کیا۔ بمبئی کے گورنر نے اس عہدنامہ کو جو بڑگانون مین لکھا تھا بالکل نامنظور کیا اور گورنر جنرل نے بھی یہی مناسب سمجھا۔ کیونکہ اُن افسرون نے عہدنامہ لکھتے وقت یہ بھی صاف ظاہر کر دیا تھا کہ عہدنامہ لکھنے کا پورا اختیار حاصل نہین ہے ندان اسی بات پر پھر لڑائی شروع ہوئی اُس انگریزی فوج نے جو جنرل گوڈارڈ کے تحت مین کلکتہ سے مدد کے لیے بمبئی گئی تھی احمدآباد مین دخل کر لیا اور سیندھیا اور ہلکر نے بھی اُس سے ایسی شکست کھائی کہ اپنا سارا ڈیرا ڈنڈا انگریزی بہادرون کے لیے چھوڑ بھاگے کچھ نہ بن آئی۔

سنہ ۱۷۸۰ع

سنہ ۱۷۸۰ع مین گوہد کے رانا کا کمپنی کے ساتھ عہدنامہ ہو گیا تھا اب سیندھیا اُسکے علاقہ کی طرف جھکا۔ تو اُسنے بھی انگریزون سے مدد چاہی کپتان پوفم نے جو کچھ تھوڑی سی سپاہ لیے جنرل گوڈارڈ کی فوج سے شامل ہونے کو جاتا تھا۔ گورنمنٹ کا حکم پاکر فوراً مرہٹون کو گوہد کے علاقے سے مار ہٹایا اور پھر انکا لہار کا قلعہ فتح کرتا ہوا گوالیار کا قلعہ جا گھیرا۔ یہ قلعہ مضبوطی مین مشہور ہے۔ کھڑے پہاڑ پر بنا ہے وہان والے سمجھے ہوئے تھے کہ اگر دس آدمی بھی قلعہ مین خالی پتھر لڑھکانے کو ہون حملہ کرکے دشمن کبھی اُس تک

نہ پہونچ سکیگا چاہے وہ لاکھون فوج کیون نہ لاوے - اور اب تھا
سنہ ۱۷۸۰ء مین سیندھیا کے ایک ہزار سپاہی مچنے ہوئے لڑائی کے
سب سامان سمیت اُسکے اندر موجود تھے پوفم حیران تھا کس ڈھب
اِن پہاڑ پر چڑھے -

سنہ ۱۷۸۰ء

اتفاق سے ایک چور اُسے ایسا ملگیا کہ جو قلعہ مین چوری
کرنے کے لیے ایک چھپی ہوئی پگڈنڈی سے اُس پہاڑ پر چڑھجایا
کرتا تھا - پوفم نے یہ رستہ اُس سے معلوم کرلیا - دوسرے دن
سورج نکلنے سے پہلے آگے آپ ہوا اور پیچھے فوج سیڑھیان لگاکر
رستے لٹکاکر کھونٹیان گاڑکر گھانس کی جڑین پکڑکر اُسوقت نہین
معلوم ہوتا تھا کہ آدمی ہین یا بندر سب کے سب بات کی بات مین
اُسی راہ پہاڑون پر پہونچ دیوارون کو ڈانک قلعہ کے اندر
داخل ہوگئے مرہٹون نے جونہی آنکھ ملتے ہوئے اپنے بسترون سے
اٹھکر دشمنون کو قلعے کے اندر موت کی طرح سر پر پایا چھکے چھوٹ گئے
اُسی دم قلعہ چھوڑ بھاگے -

اُدھر گوڈارڈ نے بسین لیا اور بمبئی کی فوج نے کنکن مین پیشوا کے
سپاہیون کو بھگایا اُدھر بنگالہ کی فوج نے سرنج مین سیندھیا کے
لشکر کو ایک اور شکست دے دی لیکن دکھن مین بکھیڑا بڑھتا دیکھکر

۱۷۵۲ء اور کونسل والون کو اپنے خلاف پاکر ۱۷۵۲ء مین گورنر جنرل نے سیندھیا سے تو اِس شرط پر صلح کر لی کہ سوائے اُس علاقہ کے جو گوہد کے رانا کو دیا گیا تھا باقی جو کچھ جمنا پار انگریزون کے ہاتھ لگا تھا سیندھیا کو لوٹا دیا جائے۔ اور پیشوا سے اِس شرط پر صلح کر لی کہ بسین سمیت جو کچھ انگریزون نے پورندر مین صلحنامہ لکھے جانے کے بعد فتح کیا سب پیشوا کو لوٹا دیا جائے۔ اور پیشوا کرناٹک مین اُن سب علاقون کو جو حیدر علی نے دبا لیے تھے اُس سے انگریزون کو دلوا دے۔ اور سوائے پرتگیزون کے یعنی پرتگال والون کے اور کسی فرنگی کو اپنے ملک مین کچھ کاروبار نہ کرنے دے۔ کیونکہ انگریزون کو کھٹکا فرانسیسیون کا تھا بھروچ سیندھیا کے قبضہ مین رہنے دے۔ اور اگر رگھوناتھ راو سیندھیا کی عملداری مین رہے تین لاکھ روپیہ سال اُسے پیشوا کے یہان سے گزارے کو ملا کرے۔

۱۷۷۸ء ۱۷۷۸ء مین فرانسیسیون اور انگلستان کے درمیان لڑائی شروع ہو جانے کے سبب انگریزون نے یہان سے فرانسیسیون کو بالکل بیدخل کر دیا۔ بنگالہ کی فوج نے چندرنگر پر قبضہ کیا۔ مندراج کی فوج نے پوڈیچیری لیکر اُسکا قلعہ ڈھا ڈالا۔ اور کاریکال اور مچھلی بندر اور ماہی بھی چھین لیا۔

حیدر علی سے انگریزون کا جو صلحنامہ ہوا تھا اُسمین شرط تھی کہ بچاؤ کے لیے دونون ایک دوسرے کی مدد کرین لیکن جب مرہٹون نے ۱۷۷۱ء مین حیدر علی پر چڑھائی کی۔ تو انگریزون نے اُسے کچھ بھی مدد نہ دی۔ اِس بات کی اُسکے جی مین بڑی لاگ تھی سنہ ۱۷۸۰ء مین ایک لاکھ فوج لیکر چڑھ آیا اور انگریزی عملداری مین ہر طرف لوٹ مار مچا دی۔ جو سب فرانسیسی وغیرہ فرنگی اور جگھون سے نکالے گئے تھے اکثر اُسنے اپنی فوج مین بھرتی کر لیے تھے انھین کا بڑا بھروسا تھا۔ اور توپخانہ بھی اُسکا سو توپون کا اچھا بھل تھا۔ انگریزی فوج جو مندراج کے پاس اکٹھا ہوئی کُل پانچہزار تھی پہلی ہی لڑائی مین فاش شکست کھائی جب یہ مندراج چلے آئے بڑی گھبراہٹ پڑی لیکن کلکتہ سے روپیہ اور سپاہ کی مدد بہت جلد پہونچی۔

تب تک ہندوستانی سپاہی جہاز پر نہین چڑھتے تھے۔ اسی لیے ساری راہ خشکی گئے اُنکے پہونچنے پر سات ہزار کی جمعیت ہو گئی۔ کچھ فوج مدد کے لیے بمبئی سے بھی آگئی۔ انگریزون کو اپنے قلعہ اور شہر بچانے کی فکر تھی اور دشمن کو اُنکے لینے کی۔ غرض خوب لڑائیان ہوئین۔ دونون طرف کے بہادرون نے اپنی اپنی بہادریان دکھلائین۔

سنہ ۱۷۷۱ء

سنہ ۱۷۸۰ء

کبھی کوئی ایک کا قلعہ یا شہر یا گانوٗن دوسرے کے قبضہ مین چلا جاتا کبھی وہ اُسی کو اپنے قبضہ مین لے آتا یا دوسرے کا قلعہ شہر اور گانوٗن جا دباتا کبھی ایک کی فوج دیکھکر یا اُسکی آمد سُنکر یا رسد چُک جانے پر دوسرے کی فوج آپ سے آپ ہٹ جاتی کبھی تھوڑی ہونے پر بھی جی کھولکر ایسی لڑتی کہ یا تو فتح پاتی یا اُسی جگہہ کٹ جاتی۔

سنہ ۱۷۸۱ع

سنہ ۱۷۸۱ع مین پہلی جولائی کو کڑالور کی راہ مین آٹھ ہزار انگریزی فوج نے اسّی ہزار دشمن کی فوج کو ایسی شکست دی کہ اُسکے دس ہزار آدمی کھیت رہے۔ اُنکے گھائل ملاکر بھی تین سو آدمی کام نہ آئے ستائیسوین ستمبر کی لڑائی مین حیدر علی نے اپنا توپخانہ بچانے کو جان بوجھکر اپنے پانچہزار سوار کٹوا دیے گویا کسی کھیت کی مولی تھے۔

دسمبر مین اسّی برس کے اوپر ہو چکر حیدر علی اس دنیا سے اُٹھ گیا اور اُسکا بیٹا ٹیپو اُسکی جگہہ مسند پر بیٹھا۔ ٹیپو کے معنی اس ملک کی زبان مین شیر ہے لڑائی کچھ دن اور بھی ہوا کی لیکن سنہ ۱۷۸۴ع کی

سنہ ۱۷۸۴ع

گیارھوین مئی کو صلح ہو گئی جسنے جسکا جو کچھ لیا تھا اُسے واپس دے دیا۔ آگے کے لیے عہدنامہ لکھ گیا۔ اس عرصہ مین فرانسیس

اور انگلستان کے درمیان بھی صلح ہو گئی تھی کہین کچھ لڑائی باقی نہین تھی۔

۱۷۷۵ء

۱۷۷۵ء سے یعنی جب سے آصف الدولہ نے بنارس کا علاقہ کمپنی کو دے دیا راجہ چیت سنگھ بنارس کا راجہ سرکار کمپنی انگریز بہادر کے تابع ہوا۔ یہ راجہ بلونت سنگھ کا بیٹا تھا۔ پر بیاہی ہوئی رانی سے نہ تھا۔ انگریزون نے بائیس لاکھ روپیہ سال خراج مقرر کرکے اس علاقہ کی بحالی کا عہدنامہ راجہ چیت سنگھ کے نام لکھدیا

۱۷۷۸ء

۱۷۷۸ء تک راجہ چیت سنگھ نے برابر وہ روپیہ ادا کیا۔

وارن ہیسٹینگز کے دل مین راجہ چیت سنگھ کی طرف سے رنج آگیا تھا اور اُسکا سبب یہ تھا کہ جن دنون مین وارن ہیسٹینگز کو کونسل کے کئی ممبرون نے یہان سے نکالنا چاہا تھا اور آپ کُل مختار ہو گئے تھے۔ راجہ چیت سنگھ کا وکیل اِن ممبرون کے پاس جایا کرتا تھا۔ نداں ہیسٹینگز نے لڑائیان پیش ہونے کے سبب فوج خرچ کے لیے راجہ سے پانچ لاکھ روپیہ سال طلب کیا۔ راجہ نے ہتیرا کہا کہ بائیس لاکھ کا عہدنامہ ہو گیا ہے لیکن کمزور کی کون سُنتا ہے راجہ کو اُس سال پانچ لاکھ دینا ہی پڑا۔ دوسرے سال اِسکی طلبی کے لیے سرکاری سپاہ آئی راجہ کو پانچ لاکھ روپیہ کے سوا سپاہ کا

خرچ بھی دینا پڑا تیسرے سال راجہ نے اُسکی معافی کے لیے دو لاکھ روپیہ ہیسٹنگز کو کلکتہ مین اپنے وکیل کے ہاتھ تحفہ کے طور پر بھیجا ہیسٹنگز نے وہ بھی رکھا پانچ لاکھ بھی لیا۔ اور لاکھ روپیہ جرمانہ کے نام سے وصول کیا۔

سنہ ۱۷۸۱ء

سنہ ۱۷۸۱ء مین پانچ لاکھ کے سوا پہلے تو دو ہزار لیکن پھر ایک ہی ہزار سوار طلب کیے۔ راجہ نے آدھے سوار آدھے بندوقچی پیادے طیار کیے پر جب ہیسٹنگز اسپر بھی راضی نہوا راجہ نے بیس لاکھ نذرانہ داخل کرنے کا پیغام بھیجا ہیسٹنگز نے پچاس لاکھ طلب کیا اور بنارس کی طرف تری کی راہ سے روانہ ہوا۔ راجہ نے بکسر مین پہونچکر پیرون پر پگڑی رکھدی لیکن ہیسٹنگز کا دل اُسپر بھی نہ پسیجا۔

بنارس پہونچکر شوالہ پر یعنی جہان راجہ ٹھہرا تھا دو کمپنی تلنگون کا پہرا بھیجدیا۔ راجہ نے اُسپر بھی کچھ سر نہ اُٹھایا لیکن راجہ کے نوکر اپنے مالک کا قید ہونا سُنکر شوالہ کے گرد گھر آئے اس ہجوم کی خبر پاکر ہیسٹنگز نے دو کمپنی تلنگون کی اور بھیجدین۔ راجہ کے آدمیون نے اُنکو اندر جانے سے روکا کپتان نے توپ سر کی بلوہ ہو گیا تلوارین چلنے لگین ایک سرکاری چوبدار چیت رام نے راجہ سے بڑی بے ادبی کی

کہنے لگا کہ یہان ایک ایک سپاہی گورنر جنرل ہے اگر تمھارا کوئی آدمی
ذرا بھی چون کریگا تمھارے اور تمھاری رانیون کے پیرون مین رسیان
باندھ کر سر بازار کھینچتا ہوا لارڈ کے سامنے لیجاؤنگا راجہ نے پیر پھیلا دیا
کہ لا بھائی رسی اور باندھ دیر کیون کرتا ہے۔ راجہ کے چچیرے بھائی
بابو مینا رسنگھ کے مُنھ سے یہ نکل گیا کہ کسکا مقدور ہے جو راجہ کے
پیر مین رسی باندھے چیت رام بولا کہ چیت سنگھ اور چیت رام کی گفتگو مین
دوسرا کون مسخرہ دخل دیتا ہے۔
مینا رسنگھ ہونٹ کاٹکر چپکا ہو رہا جب باہر بلوہ ہوا چیت رام اپنی
موت سے اچیت اُچھل کر راجہ سے جا لپٹا اور تلنگون کو پکارا۔ جب
تلنگے تلوار لیکر راجہ کی طرف دوڑے۔ راجہ کے ساتھیون نے جھٹ
پھرے مین سے اپنے ہتھیار اُٹھا لیے۔ بابو مینا رسنگھ کے بیٹے لکو سنگھ نے
ایک ہی تلوار مین چیت رام کا کام تمام کیا جبتک بھی لڑائی شروع ہو گئی
تلنگون کے پاس کارتوس نہ تھا سب کے سب مارے گئے اگر راجہ
مینا رسنگھ کی صلاح مانتا اور اپنی سپاہ سمیت اُسوقت مادھو داس کے
باغ مین جہان ہیسٹنگز کا ڈیرہ تھا اور بے فوج وہ اکیلا رہ گیا تھا جا کر
اُسے اپنے قابو مین کر لیتا اور پھر منت سماجت سے پیش آتا۔ اپنی دلی
مراد کو پہونچتا لیکن راجہ نے سدانند بخشی کی صلاح پسند کی اور کٹھرکی کی راہ

پلٹون کے وسیلے سے اُترکشتی پر سوار ہو گنگا پار رام نگر چلا گیا - اور پھر وہان سے کچھ دن اپنے قلعون مین ٹھہر کر جب سرکار کی طرف فتح اور اپنے سپاہیون کی شکست سُنی گوالیار کو بھاگ گیا - ہیسٹنگز نے بلونت سنگھ کے نواسے راجہ مہیپ نرائن سنگھ کو بنارس کے راج پر بٹھایا - گویا حق حقدار کو پہونچایا لیکن بیچارے چیت سنگھ کے نکالنے سے جیسا بچار اتھا - ایسا کچھ خزانہ ہاتھ نہ لگا کہتے ہین کہ راجہ چیت سنگھ کا دیوان بابو اوسان سنگھ اپنے مالک سے بگڑ کر ہیسٹنگز سے جا ملا تھا - اور اسی نے اُسکے کان بھرے تھے کہ راجہ کے پاس کرورون روپیہ کا خزانہ ہے ذراسی دھمکی مین دے دیگا -

۱۷۸۵ء

۱۷۸۵ء مین ہیسٹنگز استعفا دیکر انگلستان کو چلا گیا اور مکفرسن جو کونسل کا بڑا ممبر تھا گورنر جنرل کے عہدہ کا کام انجام دینے لگا -

۱۷۸۴ء

ادھر انگلستان مین ۱۷۸۴ء کے درمیان پارلامنٹ کے حکم سے ایک محکمۂ بورڈ آف کنٹرول کا مقرر ہو گیا تھا اُسمین بادشاہی کونسل کے چھ وزیر بیٹھتے تھے - اور وہ کورٹ آف ڈائرکٹرس سے بالادست تھے تجارت کے سوائے ہندوستان کے سارے کامون پر اُنکو پورا اختیار تھا - اور کورٹ آف ڈائرکٹرس کو سب کام اُنکی مرضی کے بموجب کرنا پڑتا تھا گورنر اور گورنر جنرل بھی اُنھین کی

منظوری سے مقرر ہوتا تھا۔ ندان بورڈ آف کنٹرول کے مقرر ہونے سے یہان کے کامون مین بڑا فرق آگیا۔ ابتک یہان والون کو نری کمپنی یعنی سوداگرون کی ایک جماعت سے کام تھا۔ اوراب انگلستان کے بادشاہی وزیرون سے کام پڑا دشمنون کا زور گھٹا۔ اور رعیت کا بھروسا بڑھا۔

لارڈ کارنوالس

۱۷۸۶ء

سنہ ۱۷۸۶ء مین لارڈ کارنوالس گورنر جنرل مقرر ہوا اور یہان آیا۔

ٹروانکوڑ کے راجہ سے انگریزون کا عہدنامہ ہوگیا تھا اسی لیے جب سنہ ۱۷۸۹ء مین ٹیپو نے ناحق تکرار بڑھا کر ٹروانکوڑ پر چڑھائی کی انگریزون کو راجہ کے بچاؤ کے لیے ٹیپو پر چڑھائی کرنی پڑی۔

۱۷۸۹ء

لارڈ کارنوالس حیدرآباد کے نواب نظام الملک اور پیشوا سے آپس کی مدد کا قول و قرار لیکر خود مندراج گیا اور ٹیپو کے ملک میسور پر چڑھائی کردی بمبئی سے بھی کچھ انگریزی فوج آئی تھی ضلع ضلع گھائی گھائی اور قلعے قلعے لڑائی ہونے لگی۔ جب ٹیپو کے کئی مضبوطی مین مشہور پہاڑی قلعے سرکار کے قبضے مین آگئے۔

۱۷۹۲ء

اور سرکاری فوج لڑتی بھڑتی فتح کے نشان اُڑاتی ۱۷۹۲ء مین ٹیپو کی دارالحکومت شہر سرنگ پٹن کے اندر جا پہونچی اور قریب تھا کہ قلعے پر جسمین ٹیپو گھسا ہوا تھا حملہ کرے۔

ٹیپو نے اپنے دونون لڑکون کو دل مین لارڈ کارنوالس کے پاس بھیجدیا۔ اور تین کروڑ تیس لاکھ روپیہ لڑائی کا خرچ اور آدھا ملک انگریز اور نواب مرہٹون کو دیکر آپس مین سب کے ساتھ صلح رکھنے کا عہد نامہ لکھدیا۔ اُس آدھے ملک سے جو ٹیپو نے دیا انگریزون کے حصے مین ملیبار کورگ ڈنڈیگل اور بارہ محال آیا۔

۱۷۹۳ء

۱۷۹۳ء مین انگریزون کی فرانسیسیون سے پھر لڑائی چھڑ جانے کے سبب سے پٹوچیری وغیرہ اُنکے علاقون مین سرکار نے اپنا قبضہ کرلیا۔ لارڈ کارنوالس انگلستان کو سدھارا۔

بنگالہ اور بنارس مین زمیندارون کے ساتھ استمراری بندوبست اُسی نے کیا۔ جب تک رہیگا اُسکا نام اس دیس مین نیکی کے ساتھ بنا رہیگا۔

۱۷۹۵ء

لارڈ کارنوالس کی جگہہ سر جان شور جو کونسل کا اول ممبر تھا گورنر جنرل ہوا ۱۷۹۵ء مین کرناٹک کا نواب محمد علی مرگیا۔ اُسکا بڑا بیٹا عمدۃ الامرا اُسکی جگہہ پر بیٹھا۔

۱۷۹۷ء

۱۷۹۷ء مین نواب وزیر آصف الدولہ مرگیا۔ وزیر علی اُسکی جگہ پر بیٹھا لیکن پیچھے سے سرکار کو معلوم ہوا کہ وہ اُسکا اصلی لڑکا نہین ہے تب وزیر علی کو مسند سے اُٹھا کر آصف الدولہ کے بھائی سعادت علی خان کو مسند پہ بٹھایا سعادت علی خان نے انگریزون کو اودھ مین دس ہزار فوج رکھنے کے لیے چھہتر لاکھ روپیہ سال خرچ دینے کا عہدنامہ لکھدیا اور الہ آباد کا قلعہ بھی اُنکے حوالہ کیا۔

ارل آف مارنگٹن یعنی مارکوئیس آف ویلزلی

۱۷۹۸ء

۱۷۹۸ء سر جان شور نے انگلستان جاکر لارڈ ٹین موتھ کا خطاب پایا۔ اور یہان اُسکی جگہ پر ارل آف مارنگٹن جو پھر پیچھے سے خطاب پاکر مارکوئیس آف ویلزلی کہلایا گورنر جنرل ہوکر آیا۔ اگرچہ ٹیپو نے مشکل کے وقت انگریزون سے صلح کرلی تھی۔ پر لاگ کی آگ سے اُسکی چھاتی برابر جلتی رہی۔

مارنگٹن کو ثابت ہوگیا کہ وہ فرانسیسیون سے خط کتابت کرتا ہے اور اُنکے ملک سے مدد منگانے کی فکر کرتا ہے۔ یہ بڑا زبردست گورنر جنرل تھا۔ جھٹ پٹ مندراج مین فوج جمع ہونے کا حکم دے دیا۔ اور ٹیپو کو لکھ بھیجا کہ یا تو ملیبار کی طرف سمندر کنارہ کے سب علاقے دے کر اور فوج جمع ہونے مین جو خرچ پڑے اُسے

جُھکا کر آگے کو عہدنامہ لکھدو کہ فرانسیسیون سے کبھی کسی طرح کا کچھ
سروکار نہ رکھوگے جو فرانسیسی تمھاری عملداری مین ہون ترت
نکال باہر کرو اور سرکاری رزیڈنٹ کو اپنے یہان رہنے کی جگہ دو۔
نہین تو سرکار کو اپنا دشمن جانو۔ جب ٹیپو نے اُسکا کچھ جواب نہ دیا
مندراج اور بمبئی دونون طرف سے انگریزی فوج نے اُسکے ملک پر
چڑھائی کی حیدرآباد کے نواب کی فوج بھی انگریزون کے ساتھ تھی
پیشوا سیندھیا کی بہکاوٹ سے الگ رہا۔ شرینگ پٹن سے بیس کوس
اِدھر انگریزون کی ٹیپو سے لڑائی ہوئی ٹیپو شکست کھاکر پیچھے ہٹا اور
یہ سوچکر کہ انگریزی فوج اُسی راہ سے آویگی جس سے پہلے آئی تھی
بالکل گھاس اور چارا جو اُنھین تھا ناس کروا دیا۔ لیکن جب سُنا کہ
انگریزون نے دوسری راہ لی اِسکا جی بالکل ٹوٹ گیا۔ اور اپنے
سپاہیون سے صاف کہا کہ اب میرے دن آن پہونچے۔ اُنھون نے
یہی جواب دیا کہ آپ کے ساتھ ہم بھی کٹ مرینگے۔ ندان۔ انگریزون نے
جاکر شرینگ پٹن گھیر لیا۔ نواب اور پیشوا کی فوج تو تماشا دیکھتی تھی لیکن
گورنر جنرل سپاہیون کا کام کرتا تھا۔ چوتھی مئی کو قلعہ پر حملہ ہوا۔ اور
انگریزی نشان پھرایا۔ ٹیپو کی لاش ہاتھ لگی لڑکے اُسکے حاضر ہوگئے۔
نوسو انتیس توپ ایک لاکھ بندوق سازوسامان سمیت اور ایک کرو

ایک لاکھ کے قریب نقد اور جواہر انگریزون کے ہاتھ لگا۔ قاعدہ کے
بموجب ٹیپو کا سارا ملک سرکار اور نواب کے درمیان بٹ جانا
چاہیے تھا۔ لیکن گورنر جنرل نے مناسب نہ سمجھا کہ نواب کی عملداری زیادہ
بڑھائی جاے اسی لیے کچھ تو آپس مین بانٹ لیا۔ اور باقی میسور کے
پُرانے راجہ کے وارثون مین سے جسے حیدر علی نے وہان سے
بیدخل کر دیا تھا ڈھونڈکر اُسکے حوالہ کیا۔ اور شرط یہ کرلی کہ حفاظت کے لیے
فوج اُسمین سرکاری رہیگی خرچ سات لاکھ سال ذمہ راجہ کے۔ اور
جب ضرورت پڑے تو انتظام بھی ملک کا سرکار اپنے طور پر کرے
تنجور کا راجہ تلجاجی لاولد ہونے کے سبب ایک دس برس کے
لڑکے سروجی کو گود لیکر مرگیا تھا اُسکے بھائی امر سنگھ نے گدّی کا دعویٰ
کیا۔ ۱۸۰۰ء مین سرکار نے بہت تحقیقات کے بعد گدّی سروجی کو دی

۱۸۰۰ء

لیکن ملک کی آمدنی سے اُسکے لیے ایک اچھا سا پینشن مقرر کرکے
دیوانی فوجداری کا اختیار آپ لے لیا۔ سورت کے نواب کے
مرنے کے بعد یہی حال وہان کا بھی ہوا اور کرناٹک کے نواب
عمدۃ الامرا کے مرنے پر جب اُسکے بیٹے علی حسین نے ان شرطون
سے انکار کیا۔ تو اُسکے چچیرے بھائی عظیم الدولہ کو انھین شرطون پر
نواب بنا دیا۔

سنہ ۱۸۰۱ء

وزیر علی اودھ سے نکالکر بنارس مین رکھا گیا تھا۔ جب معلوم ہوا کہ کابل کے بادشاہ زمان شاہ سے خط کتابت رکھتا ہے اور فساد اُٹھایا چاہتا ہے تو اُسے کلکتہ جانے کا حکم ملا۔ وہ اس بات سے جلکر ایکدن صبح کو چیری صاحب ایجنٹ کے یہان جب چاے پینے کو گیا۔ باتون ہی باتون مین اُنھین کاٹ ڈالا۔ کپتان کانوے صاحب اور گریم صاحب کو بھی قتل کیا۔ پھر وہان سے جھپٹ کر ڈیوس صاحب جج کی کوٹھی پر پہونچا۔ یہ کوٹھی دو منزلی ہے۔ صاحب ایک برچھا لیکر اِس جوانمردی سے سیڑھی پر آکھڑے ہوے کہ کوئی قدم نہ بڑھا سکا۔ اسی عرصے مین فوج آگئی ڈیوس صاحب بچ گئے۔ وزیر علی بھاگا جیپور چلا گیا وہان کے راجہ نے اُسے پکڑ کر انگریزون کے حوالہ کر دیا لیکن اتنا اقرار کرلیا۔ کہ نہ وہ مارا جاوے نہ اُسکے پانوٗن مین بیڑی ڈالی جاوے انگریزون نے اُسے کلکتہ لیجاکر قلعہ مین ایسی ایک کوٹھڑی کے اندر قید کیا کہ اُسکو پنجرا ہی کہنا چاہیے۔

سعادت علی خان فوج خرچ نہ ادا کرسکا اِسی لیے سرکار نے فوج خرچ کے بدلے دوآبہ کا ملک اور روہیلکھنڈ اُس سے لے لیا نیا عہد نامہ لکھا گیا۔ کہ نواب رزیڈنٹ کی صلاح کے مطابق اپنے ملک کا انتظام درست کرے۔ اور اِس انتظام سے فرخ آباد کا

نواب بھی سرکاری پنشن دار بنگیا۔ ٹیپو پر فتح پانے کے انعام مین گورنر جنرل کو
مارکوئیس کا خطاب ملا۔ اِسی عرصہ مین فرانسیسیون کے حملہ سے مصر کو سنہ ۱۸۰۲ء
بچانے کے لیے گورون کے ساتھ کچھ ہندوستانی فوج بھی یہان سے
جہازون پر بھیجی گئی اور بڑا نام پیدا کر آئی۔

پیشوا ابتک گورنر جنرل کے کہنے سے باہر رہا تھا لیکن جب جسونت راو ہلکر
نے بڑی دھوم دھام سے اُسپر چڑھائی کی تو اُسنے گھبرا کر گورنر جنرل کے
کہنے بموجب اِس بات کا عہدنامہ لکھدیا کہ کسی قدر (چھ ہزار) سرکاری فوج
اُسکے ملک مین رہا کرے۔ اور اُسکا خرچ اُسی کے ملک سے لیا جاوے
اِدھر تو یہ عہدنامہ لکھا گیا۔ اُدھر پونا کے پاس ہلکر سے شکست کھا پیشوا کو سمندر
کیطرف بھاگنا پڑا۔ انگریزون نے اُسے اپنے جہاز مین پناہ دی اور پھر بہت سی
فوج اکٹھا کر کے پونا مین پہونچایا۔ ہلکر نے سرکاری سپاہ کا مقابلہ نہ کیا
اپنے ملک کو چلا آیا۔ گورنر جنرل نے بہتیرا چاہا کہ پیشوا کی طرح سیندھیا سنہ ۱۸۰۳ء
اور برار یعنی ناگپور کے راجہ سے بھی عہدنامے ہو جاوین لیکن جب
دیکھا کہ یہ لوگ سیدھی طرح سے نہ مانینگے تو اپنے بھائی جنرل ویلزلی کو
جو پھر پیچھے سے ایسا نامی انگلستان کمانڈر انچیف ڈیوک آف ولنگٹن ہوا
دکن سے اور لارڈ لیک کمانڈر انچیف کو اُتر سے اِن دونون کے ملک پر
چڑھائی کرنے کا حکم دیا۔ دکن مین احمدنگر سرکاری فوج کے ہاتھ آجانے سے

گوداوری پار سیندھیا کا بالکل عمل جاتا رہا۔ اور اُسی مہینے مین بھڑوچ بھی
سرکار کے قبضہ مین آگیا۔ اور ہنر لارڈ لیک نے قنوج سے کوچ کر کے علیگڈھ مین
سیندھیا کی فوج کو جو بیرن صاحب فرانسیسی کے تحت مین تھی شکست دیکر
دہلی کی طرف قدم بڑھایا۔ بیرن سیندھیا کی نوکری چھوڑ کر انگریزون کی حمایت
مین چلا آیا۔ دہلی مین بھی سیندھیا کی فوج ایک فرانسیسی کے تحت مین لڑی
اور تین ہزار آدمی کام آنے کے بعد کھیت چھوڑ بھاگی۔ یہان لارڈ لیک نے
نام کے بادشاہ اندھے شاہ عالم سے ملاقات کی وہ ایک پھٹے پُرانے
چھوٹے سے شامیانے کے نیچے بیٹھا تھا لارڈ لیک کو بہت لنبا چوڑا
خطاب عنایت کیا اور اس بیچارے کے پاس دینے کو باقی کیا رہا تھا۔
ندان کرنل اکٹرلونی صاحب کو جنھین اکثر یہان والے لونی اختر بھی
کہتے ہین کچھ سپاہیون کے ساتھ دہلی مین چھوڑ کر لارڈ لیک نے
آگرہ مرہٹون سے جالیا اور پھر لسواڑی مین پہونچکر مرہٹون کی فوج کو ایسی
بھاری شکست دی کہ سات ہزار مارے گئے اور دو ہزار قید مین آئے
گویا سیندھیا کی کمر توڑ ڈالی۔

اُدھر دکن مین سرکاری فوج نے احمد نگر لینے کے بعد آسائی کی
لڑائی مین مرہٹون کو بڑی بھاری شکست دیکر برہانپور اور اسیر گڈھ کا
مشہور قلعہ لے لیا۔ اور پھر ارگانون کی لڑائی جیت کر اور گاولگڈھ کا

مضبوط قلعہ قبضہ مین لاکر ناگپور کے راجہ کی بالی کو بچا دیا۔ ندان ناگپور کے
راجہ نے کٹک کا علاقہ دیکر سرکار سے صلح کرلی اور ساتھ ہی سیندھیا نے بھی
احمدنگر اور بھڑوچ سے دست بردار ہوکر عہدنامہ لکھدیا کہ پھر کبھی کسی
فرانسیسی کو نوکر نہ رکھے پیشوا کو بندیلکھنڈ پر دعوے تھا اسلیے سرکار نے
وہ علاقے جو دکن اور گجرات مین اس سے پائے تھے بندیلکھنڈ کے
بدل اُسے لوٹا دیے۔

سنہ ۱۸۰۴ء

اب خالی ایک جسونت راؤ ہلکر اندور کا راجہ باقی رہ گیا۔ کہ جس نے
سرکار کے سامنے سر نہین جھکایا۔ وہ اکثر سرکاری علاقون کو لوٹا کیا۔ اور
کوئی بھی اپنی طرف سے نہین بھیجا۔ اسلیے اُسپر چڑھائی ہوئی۔ پہلے کچھ
تھوڑے سے سپاہی کرنل مانسن صاحب کے تحت مین اُسکے مقابلہ کو
گئے اور ٹونک کا قلعہ دروازہ اُڑا کر فتح کرلیا۔ لیکن مکندرے کے گھاٹے
مین یہ سرکاری فوج کا ٹکڑا دھوکے مین آکر بے طرح ہلکر کی فوج سے گھر گیا
اور بڑی بڑی مشکلون سے وہان سے نکلکر لڑتا بھڑتا گرمی اور برسات کے
سبب سیکڑون تکلیفین اُٹھاتا اور نقصان سہتا مین تیرہ ہوکر آگرہ پہونچا۔
ہلکر خوب پھولا۔ اب اُسکی شیخی کا کیا ٹھکانا تھا سمجھا کہ جو ہون مین ہی ہون۔
بیس ہزار سپاہ اور ایک سو تیس توپون سے دہلی کا شہر جا گھیرا۔ وہان
سرکاری فوج کل آٹھ سو تھی اور توپ گیارہ پر دہلی کے رزیڈنٹ اکٹرلونی نے

اُسی مٹھی بھر فوج سے خوب مرہٹوں کے دانت کھٹے کیے نو دن
سر ٹپک کر آخر چل دیے۔

ہلکر کی بہادری بھاگنے میں تھی نام ہی اُنکا مرہٹا ہے۔ یعنی مارنا اور
ہٹ جانا کسی نے ہلکر سے پوچھا تھا کہ آپ کا راج کہاں ہے جسکے
چھیننے کا ہم ارادہ کریں اُسنے جواب دیا کہ اُتنی ہی زمین جسپر میرے
گھوڑے کا سایہ پڑتا ہے۔ اگر مقدور ہو۔ آؤ چھین لو۔ ندان لیک تو
اِس آرزو میں تھا کہ کسی طرح اِس سے دوچار ہو تو پھر تماشا دکھلائے
اور وہ اُسکے نام سے ہوا ہوتا تھا یہان والے اکثر اپنی بیوقوفی سے
اِس بھگوڑے لٹیرے کو بیر سمجھکر جیتے جی سنت کی جھنڈیان چڑھانے
لگے تھے۔ ایک دن لیک نے چوبیس گھنٹے مین تیس کوس کا دھاوا مارکر
فرخ آباد کے پاس اُسے جا دبایا۔ اور اُس لڑائی مین کم سے کم تین ہزار
آدمی اُسکے مارے گئے لیکن وہ ہاتھ نہ لگا ڈیگ کی طرف بھاگ گیا
ڈیگ بھرتپور کی عملداری مین ہے بھرتپور کے جاٹ راجہ سورج مل
کے بیٹے رنجیت سنگھ نے ہلکر کو پناہ دی۔ اِس قصور کی اُسے بھی سزا
دیجانی مناسب سمجھی گئی۔ ڈیگ کا قلعہ لیک نے فتح کرلیا۔ اور جو کچھ
اُسمین تھا اپنی فوج کو بانٹ دیا تیسری جنوری کو لیک نے بھرتپور گھیرا ۱۸۰۵ء
توپوں کو حملہ کیا۔ لیکن جب خندق کے کنارے پہونچے۔ تو معلوم ہوا

کہ پانی بھاتی بھر گہرا ہے۔ آدمی بہت کام آئے اکیسوین کو دوسری
طرف سے حملہ کیا لیکن وہان خندق اتنی چوڑی تھی کہ پل جو بنا لائے
تھے چھوٹا پڑا۔ اور جب سیڑھی جوڑ کر بڑھانا چاہا پانی مین گر پڑا۔ اسمین
بہت آدمی کام آئے۔ بائیسوین کو تیسری طرف سے حملہ کیا
ہندوستانی سپاہی خندق پار ہو کر دیوار پر چڑھ گئے لیکن گورون نے
اسوقت ساتھ دینے سے انکار کیا اسلیے اُنھین بھی لوٹ آنا پڑا۔ آٹھ سو
چورانوے آدمی کھیت رہے دوسرے دن لیک نے اُن گورون کو
جنھون نے عدول حکمی کی تھی بہت شرمندہ کیا اُنھون نے غیرت مین
آکر بڑے زور شور سے چوتھا حملہ کیا لیکن اِس عرصے مین قلعہ والون نے
برج اور دیوار کی مرمت کر لی تھی۔ راہ نہ ملی۔ ہزار سے اوپر آدمی مارے
گئے۔ غرض اِن چار حملون مین تین ہزار سے اوپر سرکاری فوج کا
نقصان ہوا لوگ تھکے ماندے اور بیدل ہو گئے۔ گولہ باروت بھی
باقی نہ رہا۔ رسد کا سامان خرچ مین آگیا۔ ناچار لیک کو فوج ہٹانی
پڑی۔ یہ اِس ملک مین ایک ہی قلعہ ہے کہ جسکے سامنے سے کسی سبب سے
بھی کبھی سرکاری فوج ہٹی۔ ہمنے بھرتپور والون کی زبانی سُنا ہے
کہ لڑائی کے وقت یہ راجہ رنجیت سنگھ دوہر اوڑھے اور ہاتھ مین
لٹھ لیے قلعہ کی دیوارون پر گھومتا تھا اور گولہ انداز اور سپاہیون سے

یہی کہتا رہا کہ بھائی قلعہ ہمارا وہی ہے" اور جب وہ کہتے کہ آپ یہاں سے ہٹ جائیں گورے اولے کی طرح برس رہے ہیں تو جواب دیتا کہ "رجھیا جا کے نام کی چٹھی بھگوان کے گھر سے واپس نہیں آوت ہے اہی کو گولہ لگت ہے" اور جب سنا کہ لیک نے فوج ہٹالی بڑی دور اندیشی کی اپنے سب سرداروں کو جمع کر کے کہا کہ بھائیو یہ ہم سب کی طاقت نہ تھی کہ انگریزوں کو ہٹا سکیں یہ بڑی مالک کی مہربانی ہے کہ میری بات رہ گئی۔ پر اب مناسب یہ ہے کہ ہلکر سے کہدو کہ کسی طرف کی راہ لے میرا اُتنا نہیں کہ انگریزوں کے دشمن کو پناہ دوں اور اپنے لڑکے کنور رندھیر سنگھ کو قلعہ کی کنجی دے کر لیک کے پاس بھیجدیا لیک نے بھرتپور والوں کی بڑی خاطرداری کی راجہ نے بیس لاکھ روپیہ لڑائی کا خرچ ادا کرنے کا وعدہ کیا۔ لیک نے صلحنامہ پہ دستخط کر دیا۔

لارڈ ویلزلی کے اس بھاری منصوبے کی قدر کہ ہندوستانی فسادی رئیسوں کو زیر کر کے یکبارگی جھگڑے فساد کی جڑ مٹا دے اور سارے ملک میں امن چین جما دے۔ انگلستان میں نہوئی کمپنی کے شریک آخر سوداگر تھے لڑائی کے خرچ سے گھبرا گئے۔ اس بڑے نامی گورنر جنرل کا استعفا منظور کر لیا۔ اور لارڈ کارنوالس کو

۱۷۹۳ء

جو ۱۷۹۳ء مین اس عہدے سے استعفا دے کر گیا تھا پھر گورنر جنرل
مقرر کرکے کلکتہ کو روانہ کیا۔ لارڈ کارنوالس کی راے مارکوئیس ویلزلی
سے بالکل برخلاف تھی۔ بلکہ ہم تو یہی کہینگے کہ اُس مالک پیدا کرنے والے
کی راے سے بھی برخلاف تھی کیونکہ مارکوئیس ویلزلی تو یہان سے
فسادی رئیسون کو زیر کرکے اکھنڈ راج اپنی سرکار کا جمانا چاہتا تھا
اور لارڈ کارنوالس اُنھین بچاتا بلکہ اکثر علاقے جو سرکاری تحت مین
آگئے تھے اُنکو بھی لوٹا دیتا۔ کون جانے یہی سبب تھا کہ تیسوین جولائی کو
تو وہ کلکتہ مین پہونچا۔ اور ۵۔ اکتوبر کو غازی پور مین اس
دنیا سے چل بسا مقبرہ اُسکا وہان دیکھنے کے لائق ہے۔ سر جارج بارلو
جو اُسوقت کونسل کے اول ممبر تھے گورنر جنرل کے عہدہ کا کام
انجام دینے لگے اور وہی پھر اُس عہدہ پر بورڈ آف کنٹرول کی
منظوری سے مقرر ہوے۔

سیندھیا سے فوراً صلح ہوگئی اور ہلکر سے پنجاب مین بیاسا کے
کنارے جہان وہ سکھون سے مدد لینے کو گیا تھا عہدنامہ لکھوا لیا۔
جیپور اور بوندی پر سے کہ وہان کے راجہ سرکار کے وفادار
دوست تھے حفاظت کا ہاتھ بالکل کھینچ لیا۔ اور مرہٹون کا گویا
انھین شکار بنادیا۔ جیپور کے وکیل نے خوب کہا تھا کہ سرکار نے

اپنا ایمان اپنی ضرورت کے تابع کر لیا۔

سنہ ۱۸۰۶

اسی عرصے مین کہین مندراج کے کمانڈر انچیف نے کوئی حکم اِس ڈھب کا جاری کر دیا تھا کہ پلٹن کے سپاہی پریڈ پر کان مین بالی پہنکر یا ماتھے مین تلک لگا کر نہ جایا کرین۔ اور پوشاک بھی کچھ نئی قسم کی پہنین۔ سپاہیون نے یہ جھوٹا شبہہ کرکے کہ سرکار کو ہمارے دھرم مین دخل دینا منظور ہے بلور کے قلعہ مین جہان ٹیپو کا گھربار نظر بند رکھا گیا تھا انگریزی افسر اور گورون پر یکایک حملہ کر دیا۔ لیکن جب کرنل جلیسی ارکاٹ سے ہندوستانی اور انگریزی رسالون کے سوار اور توپین لیکر بلور مین پہونچا سپاہی کوئی چار سو تو مارے گئے۔ باقی کچھ قید ہوئے اور کچھ معاف کر دیے گئے۔

[illegible]

دونون پلٹنون کا نام جنکے سپاہیون نے یہ بلوہ کیا تھا فوج کی فہرست سے کٹ گیا بعضے ایسا بھی گمان کرتے ہین کہ اسمین ٹیپو سلطان کے گھر والون کی سازش تھی پر ثبوت نہین ملا۔ جو ہو ٹیپو کے گھر والے نظر بند رہنے کو کلکتہ بھیجے گئے اور انکی پنشن گھٹائی گئی مندراج کے گورنر لارڈ ولیم بنٹنک جسے یہان والے لارڈ ٹبنینگ کہتے ہین اور کمانڈر انچیف کی بدنامی ہوئی دونون ولایت کو چلے گئے۔

لارڈ منٹو گورنر جنرل

١٨٠٧ء

آخر جولائی ١٨٠٧ء مین لارڈ منٹو گورنر جنرل مقرر ہو کر آیا اور سر جارج بارلو لارڈ بنٹینک کے عہدہ پر مندراج چلا گیا

١٨١٢ء

لارڈ منٹو کو پانچ برس تک کچھ فوج بندیلکھنڈ مین رکھنی پڑی ١٨١٢ء مین کالنجر کا قلعہ ہاتھ لگا۔ اور وہان کا بکھیڑا طے ہوا۔

سرکار کو فرانسیس کے مشہور شاہنشاہ نپولین بونا پارٹ کی طرف سے ہندوستان پر حملہ ہونے کا کھٹکا تھا۔ اور ان دنون مین اُسکا ایک وکیل بھی بڑی دھوم دھام سے ایران کے بادشاہ کے پاس آیا تھا اسلیے لارڈ منٹو نے بیچ کے ملک والے یعنی پنجاب افغانستان اور ایران کے مالکون سے قول و قرار کر لینا مناسب سمجھا۔

پنجاب مین رنجیت سنگھ سکھون کا راجہ بن بیٹھا تھا اور ہر طرف سے ملک دباتا چلا جاتا تھا۔ یہانتک کہ ستلج اِس پار اپنی فوجین اُتار لایا

١٨٠٨ء

اور جمنا کو اپنے راج کی سرحد بنانا چاہا۔ جب لارڈ منٹو کی طرف سے چارلس مٹکاف اُسکے پاس پہونچا۔ وہ اُسکے سمجھانے کو پہلے تو کچھ خیال مین نہ لایا۔ لیکن اکٹرلونی کا فوج سمیت لودھیانہ مین پہونچنا سُنکر

۱۸۰۹ء

اسطرف سے بالکل نراس ہوگیا۔ اور ستلج کو سرحد مانکر پچیسوین اپریل ۱۸۰۹ء
مین دوستی کے عہدنامہ پر دستخط کر دیا۔

افغانستان کے تخت پر احمد شاہ درانی کا پوتا شجاع الملک تھا
اُسکے پاس لارڈ منٹو کی طرف سے مونٹ اسٹوارٹ الفنسٹن پہونچا
شجاع الملک نے بڑی خاطر داری کی لیکن دوستی کے لیے سرکار سے
مدد کے طور پر کچھ روپیہ مانگا وہ لارڈ منٹو نے منظور نہین کیا۔ ایران
مین انگلستان کے خود بادشاہ کی طرف سے وکیل آیا اور یہان سے
بھی سرجان مالکم بھیجا گیا۔

مندراج کی فوج مین سپاہیون کے ڈیرون کے خرچ کا افسرون کو
ٹھیکہ کے طور پر کچھ مقرر چلا آتا تھا۔ سرجارج بارلو نے اِس طریقہ کو
موقوف کرنا چاہا۔ اِسمین اور کئی اور بھی باتون مین فوجی اور ملکی صاحبون کے
دلون کے درمیان فرق آگیا۔ گورنر کو بادشاہی فوج اور ہندوستانی
سپاہیون پر بھروسا تھا۔ حکم دیا کہ کمپنی کی پلٹنون مین جنکی طرف سے
کھٹکا پیدا ہوا تھا گورے اور سپاہی اپنے افسرون سے جدا کر دیے
جائین۔ اسپر سری رنگ پٹن مین افسرون نے بلوہ کیا بادشاہی فوج کو
قلعہ سے باہر نکال دیا۔ اور سپاہر چھاونی پر گولہ چلانا شروع کیا۔
جینل ڈرک کی سرکاری فوج بھی اُنکے شامل ہونے کو آتی تھی لیکن

بادشاہی ڈراگون کے رسالے نے راستہ ہی مین تتر بتر کر دی۔
حیدر آباد مین بھی سرکاری فوج سرکشی پر مستعد ہوئی تھی اور جلنا
اور موسلی پٹن کی فوج کو شامل ہونے کے لیے چٹھی بھیجی تھی۔ لیکن
پھر کچھ سمجھ گئی۔ قصور معاف چاہا۔ لارڈ منٹو اُسوقت مندراج مین تھا۔
بیس افسرون کو موقوف کیا باقی کا قصور معاف کر دیا۔ سنہ ۱۸۱۳ء مین
سرکار کمپنی کو پارلامنٹ سے اس ملک کی نئی سند ملی۔ اور اُسکی
شرطون کے بموجب انگلستان کے تمام سوداگرون کو اِس ملک مین
تجارت کرنے کی اجازت حاصل ہوگئی۔

سنہ ۱۸۱۳ء

اُسی سال کے آخر مین لارڈ منٹو اپنے کام سے مستعفی ہوا۔
اور ارل آف مائرا گورنر جنرل مقرر ہو کر آیا۔

ارل آف مائرا

نیپال والے بہت دنون سے اپنا راج بڑھاتے چلے آتے تھے
یہان تک کہ انگریزی عملداری پر ہاتھ پھیلانے لگے۔ جب سمجھانے
بجھانے سے کچھ کام نہین نکلا سرکار نے لڑائی کی طیاری کی۔ راجہ
بالک تھا راج کا کام کاج بھیم سین کرتا تھا۔ فوج جنگی بارہ ہی ہزار تھی پر اُسکی
مضبوطی اور بہادری پر پورا اعتبار تھا۔ پینتیس سو آدمی جنرل جلیسپی کے
ساتھ سہارنپور سے دہرہ دون گئے اور وہان سے ڈھائی کوس کے

سنہ ۱۸۱۴ء

تفاوت پر نیپالیون کے کلنگا نام قلعہ پر حملہ کیا قلعہ مین کل چھ سو نیپالی تھے لیکن جنرل جلیسپی مارا گیا۔ اور سرکاری فوج کو پیچھے ہٹنا پڑا بیس پچیس دن مین جب دہلی سے بھاری توپین آن پہونچین تین دن کے گولے برسنے مین قلعہ کے اندر کل ستر آدمی جیتے باقی رہ گئے سرکاری فوج کے ہاتھ وہ بھی نہین لگے قلعہ دار کے ساتھ کسی طرف کو نکل گئے انکی اس جوانمردی سے نیپالیون کا دل بہت بڑھا اور سرکاری فوج کو نقصان اُٹھانا پڑا۔ کلنگا سے سرکاری فوج پچھم سرمور کی دارالحکومت ناہن کے پاس جیتک کا قلعہ لینے کو گئی لیکن وہان اسکی کوشش بیفائدہ ہوئی قلعہ پر جھنڈا نیپالیون کا پھرّاتا رہا۔

پینتالیس سو آدمی جنرل اوڈ کے ساتھ گورکھپور کی سرحد سے پالپا کا قلعہ لینے کو روانہ ہوے۔ لیکن راستہ جنگل جھاڑی اور ترائی مین ایسا خراب پایا کہ جب بیمار پڑنے لگے بٹول سے لوٹ کر گورکھپور کی چھاونی مین چلے آئے۔ آٹھ ہزار آدمی جنرل مارلو کے ساتھ دانا پور سے بتیا ہو کر نیپال کی دارالحکومت کاٹھ مانڈو لینے کو چلے لیکن سرحد پر پہونچتے ہی کچھ سپاہی کٹ جانے کے سبب جنرل مارلو ایسا بیدل ہو گیا کہ سرحد کی حفاظت کے لیے کچھ تھوڑی سی فوج چھوڑ کر

ہٹنا ہٹ آیا۔ اور جب اتنی مدد پہونچی کہ تیرہ ہزار آدمی اسکے تحت مین ہوگئے تب بھی کیا جانے اسکے من مین کیا سمائی سب کے کہے سُنے اچانک ایک دن سورج نکلنے سے پہلے فوج سے نکلکر کسی طرف کو چل دیا۔ اس عرصہ مین کرنل گارڈر نے روہیلکھنڈ سے کمایون مین گھُسکر الموڑہ کا قلعہ نیپالیون سے خالی کروا لیا۔ لیکن کپتان ہسیری جو اس سے شامل ہونے کو جاتا تھا شکست کھا کر نیپالیون کی قید مین پڑ گیا۔

غرض یہ تو جلیسپی اور مارلو سرکھون کی اوناڑلی اور بیدلی تھی۔ اَب جنرل اکٹرلونی کی بہادری سُنو اِسنے چھ ہزار آدمی لیکر ہنڈور کی راجدھانی نالاگڑھ[1] نیپالیون سے خالی کرالی۔ نیپالیون کا راج اِسوقت کوٹ کانگڑہ تک پہونچ گیا تھا بالکل پہاڑی راجاؤن کو اُنکے راج سے بیدخل کردیا تھا۔ یا اُنسے بھاری کر یعنی خراج ٹھہرا کر اُنھین اپنا ذیل دار بنا لیا تھا بہیترے راجا اِن نیپالیون کے نکالے سرکاری فوج کے ساتھ خدمت کے لیے حاضر تھے ہمنے اِس لڑائی کا حال خود راجا رام سنگھ نالاگڑھ والے کی زبان سے سُنا ہے وہ اُسوقت جنرل اکٹرلونی کے ساتھ تھا نالاگڑھ سے سرکاری فوج رام گڑھ کی طرف گئی نیپالیون کا نامی جنرل امر سنگھ تھا یا تین ہزار آدمی لیکر اُسکے بچانے کو آیا۔ جنرل اکٹرلونی نے

[1] [illegible] کی لڑائی [illegible] ۱۸۱۴ [illegible]

بھی اپنی مدد کے لیے کچھ اور سرکاری فوج کے آجانے کا انتظار کرنا
مناسب جانا اور پھر بڑی عقلمندی سے ملون کے مضبوط قلعے کی طرف
کوچ کیا جب نیپالی رام گڈھ سے ملون کے بچانے کو چلے رام گڈھ بھی
مین سرکار کے قبضہ مین آگیا۔ ندان سرکاری فوج تو اُس پہاڑی کے
نیچے جسپر ملون کا قلعہ تھا ایک ندی کے کنارے پڑی تھی اور نیپالی
ملون سے سورج گڈھ تک مورچے جمائے تھے۔ ریلا اور دیوتھل اسکے
بیچ مین تھے دونون کمزور تھے۔ اکٹرلونی نے میجر انس کے تحت مین
کچھ فوج ریلا پر بھیجی اور کرنل ٹامس کو دیوتھل پر حملہ کرنے کا حکم دیا
اسی طرح کپتان شاورس کو قلعے کے نیچے نیپالیون کی چھاونی لینے کو
روانہ کیا۔ کپتان شاورس مارا گیا لیکن ریلا اور دیوتھل سرکاری قبضہ
مین آیا۔ دوسرے دن امر سنگھ نے بھگت سنگھ کو وہان سے انھین
نکالنے کے لیے بھیجا۔ اور آپ نشان کے ساتھ بچی ہوئی فوج لیکر
مدد کو مستعد رہا نیپالی کمان کی شکل بھگت سنگھ کے پیچھے انگریزی فوج کا
دونون کنارہ دبائے شیرون کی طرح اسطرح پر سیدھے بڑھے
آتے تھے کہ اگرچہ سرکاری توپخانہ سے زنجیری گولی جھاڑو کی طرح
میدان کو دشمنون سے صاف کر رہے تھے ان نیپالیون کے
نشانون سے سرکاری تمام توپون پر کُل تین افسر اور تین ہی

۱۸۱۵ء

گولہ انداز باقی رہ گئے۔ باقی سب کام آئے یا گھائل ہو کر بے کام ہو گئے
دو گھنٹہ تک کامل لڑائی ہوتی رہی۔ آخر انگریزی جوانون نے سنگینین
چڑھائین اور نیپالیون پر حملہ کر دیا۔ انہون نہ ٹھہر سکے پیٹھ دکھلائی
بھگت سنگھ کی لوتھ کھیت رہی۔ امر سنگھ قلعہ مین گھس گیا۔ بیر اور بہادر
دشمن بھی عزت کے لائق ہے۔ جنرل اکٹر لونی نے بھگت سنگھ کی لاش
دوشالے مین لپیٹ کر امر سنگھ کے پاس بھجوا دی۔ انکی دو عورتین اسکے
ساتھ ستی ہوئین سرکاری فوج روز بروز قلعہ لینے کی تدبیر کرتی جاتی تھی۔
یہانتک کہ ۸ مئی کو حملہ کر دینے کی طیاری ہوئی امر سنگھ نے آپ اپنی
طاقت مقابلہ کی نہ دیکھکر اس قرار پر کہ سرکار اسکے آدمیون کو اور
جیتک کے قلعہ والون کو اپنے ہتھیار اور مال و اسباب سمیت نیپال
چلا جانے دے قلعون کو خالی کر کے جمنا کے پچھم بالکل علاقے چھوڑ دیے
امر سنگھ کے شکست کھانے سے نیپالی سست پڑ گئے۔ پیام صلح کا
بھیجا لیکن جب سرکار نے دیکھا کہ وہ خالی دن بتانا چاہتے ہین اور
دوسرے سال پھر لڑنے کا سامان طیار کرتے جاتے ہین سترہ ہزار
فوج دے کر جنرل اکٹر لونی کو کہ اب خطاب پاکر سر ڈیوڈ اکٹر لونی ہو گیا
تھا نیپال پر چڑھائی کرنے کا حکم دیا۔ اسنے اپنا لشکر ایسے ایسے
گھاٹون سے اور نالے کھولون سے کہ جہان گھنے جنگلون کے

سبب سورج کی کرن بھی نہین پہونچتی تھی نکالکر مکاون پورسے کوس بھر
کے اندر جا ڈالا - اور ایک اچھی لڑائی لڑا - پانسو آدمی نیپالیون کے
مارے گئے قلعہ دار نے کہ کاجی بھیم سین کا بھائی تھا کہلا بھیجا کہ آپ کیون
لڑتے ہین مہاراج نے آپ کے کہنے بموجب صلحنامہ پر دستخط کر دیا ہے
نداان اِس صلحنامہ کے بموجب کالی ندی نیپال کی پچھم سرحد ٹھہری - اور
سکم کے راجہ کی زمین جو نیپالیون نے دبالی تھی پورب مین اُسے
لوٹوا دی گئی - اور کاٹھمانڈو مین ایک سرکاری رزیڈنٹ کا رہنا
قرار پایا گورنر جنرل کو بادشاہ کے یہان سے مارکوئس آف ہیسٹنگز کا
خطاب ملا اور سر ڈیوڈ اکٹرلونی کے نام مین شکرانہ آیا -

اسمین شک نہین کہ مرہٹون کا زور گھٹا دیا گیا تھا - پر انکا حوصلہ
بھوبل مین دبے ہوئے انگارے کی طرح سلگتا رہا - پیشوا ابھی بھی انکا
پیشوا بننے کی آرزو رکھتا تھا - چھپ چھپ کر ناگپور گوالیار اور اندور
یعنی بھونسلا سیندھیا اور ہلکر کے پاس پیام بھیجا رہتا تھا - بڑودہ والا
گائیکوار سرکار کے کہنے مین تھا - اِسی لیے پیشوا اُس سے خار کھاتا تھا
آپس کی کسی تکرار کے تصفیہ کے لیے سرکار نے جان کی ذمہ داری
لیکر گائیکوار کی طرف سے گنگا دھر شاستری کو پیشوا کے پاس بھجوا دیا
پیشوا اپنڈرپور مین تھا اُسکے منتری یعنی دیوان ترمک جی نے

اُسے پنڈر ناتھ کے درشن کو بُلایا۔ جب یہ درشن کو کے مندر سے ڈیرے کی طرف لوٹا پانچ آدمیون نے پیچھے سے جھپٹ کر اُسکا کام تمام کر ڈالا۔

سرکار جانگئی کہ یہ پیشوا کے اشارہ سے ہوا لیکن اُس سے کچھ نہ کہکر ترنک کو بمبئی کے پاس ٹھانا کے قلعہ مین قید کر دیا پیشوا کو یہ بہت بُرا لگا پر علاج کیا تھا۔ اِس عرصہ مین پنڈارون نے بڑا ظلم مچا دیا تھا نرے لوٹیرے سقے ہندو مسلمان سب قوم کے آدمی انھین شامل تھے سواری اُنکی گھوڑے سے ٹٹو تک اور ہتھیار اُنکے بندوق سے نرے سونٹے تک۔ ہزارون ہی گنتی مین تھے منزلون کا دھاوا مارتے تھے جہان جاتے تھے ٹھیکرے تک نہین چھوڑتے ہلکر اور سیندھیا نے اُنکو نربدا کنارے علاقے دے رکھے تھے۔ اور دشمنون کا علاقہ تباہ کرنے کو اُنھین بہت اچھا وسیلہ سمجھتے تھے اب تک تو اُنھون نے پیشوا اور حیدرآباد اور ناگپور والے کے علاقون کو لوٹا۔ لیکن اب سرکاری عملداری مین بھی دھاوا مارنا شروع کیا۔ کسی سال بہار کا صوبہ لوٹا کسی سال سورت جا گھیرا کسی سال کنتور اور کڑپہ مین سر جا نکالا۔

گورنر جنرل کو معلوم ہو گیا کہ جبتک یہ پنڈارے نیست و نابود

نہ کیے جائینگے اِس ملک مین امن چین کی صورت پیدا نہو گی
ندان گورنر جنرل نے ہر طرف سے فوجون کی روانگی کا حکم جاری کیا۔
اور اس حکم سے یہان اور دکھن دونون جگہہ ملکر ایک لاکھ تیرہ ہزار
آدمی کا لشکر تین سو توپون کے ساتھ روانہ ہوا۔ بنگالہ کی اکسٹھ ہزار
سپاہ مین سے بڑا حصہ گورنر جنرل کے ساتھ کانپور مین تھا۔
دہنا بازو آگرہ مین رہا۔ بایان بندیلکھنڈ مین اُسکے بائین اور بھی
دو ٹکڑے مرزاپور کے پاس اور بہار کی سرحد پر تھے بچی ہوئی فوج
سر ڈیوڈ اکٹرلونی کے تحت مین دہلی کی حفاظت کو رہی۔ دکھن کی
باون ہزار سپاہ مندراج کے کمانڈر انچیف سر ٹی ہسلپ نے پانچ حصون
مین بانٹی لیکن مثل مشہور ہے کہ بیل نہ کودا کودی گون۔ پنڈارون
سے تو ابھی لڑائی شروع بھی نہین ہوئی تھی۔ پیشوا نے مقابلہ پر
کمر باندھی تربک ٹھانا کے قلعہ سے بھاگ آیا تھا۔ پیشوا سرکار کے
دکھلانے کو تو اُسکی گرفتاری کی کوشش کرتا تھا اور چھپ چھپ کر
اُسے ہر طرح کی مدد پہونچاتا تھا۔ جب نئی سپاہ بھرتی کرنے لگا
اور سرکاری سپاہ کو اُدھر سے پھوڑ کر اپنی طرف ملانے کی
اُسکی پیروی ظاہر ہوگئی ریزیڈنٹ الفنسٹن صاحب نے اپنی
فوج کو پونا کے پورب کی چھاونی چھوڑکر اترکی مین رزیڈنٹی کے

پاس آجانے کا حکم دیا پیشوا کو یہ برا لگا رزیڈنٹ سے کہلا بھیجا کہ آپ اس
حرکت سے باز رہیے رزیڈنٹ نے صاف جواب دیا اور جب دیکھا کہ
پیشوا کے سپاہی رزیڈنٹی اور چھاونی کے بیچ مین جمع ہونے لگے رزیڈنٹی
چھوڑ کر کرکی کی چھاونی مین چلا آیا پیشوا کے سپاہیون نے رزیڈنٹی لوٹ کر
جلا دی پیشوا کی فوج مین تخمیناً دس ہزار سوار اور دس ہی ہزار پیدل
ہونگے اور سرکاری صرف پیدل سپاہی سو بھی تین ہزار سے کم
لیکن سرکاری سپاہیون نے حملہ کیا اور پیشوا کی ساری فوج کو بھگا دیا
پیشوا نے پورندر کی راہ لی۔ وہان بھی بیر نہ جمے ستارے گیا۔ جب وہان
بھی نہ ٹھہر سکا سیواجی کے جانشین یعنی ستارے کے راجا کو اُسکے
کُنبے سمیت ساتھ لیکر پہلے دکن کی طرف بڑھا۔ پھر مالوہ کو پھرا۔ پھر پونا کی
جانب موڑ آیا۔ نہ دان آگے آگے تو پیشوا[له] اپنے نام کے معنی بموجب بھاگا
چلا جاتا تھا اور پیچھے پیچھے سرکاری فوج اُسکے رگیدنے کو پرچھائین کی
طرح پیچھا کیے ہوئے تھی پونا کے پاس بھیما کنارے کورا گانون مین
ایک چھوٹی سی لڑائی بھی ہوگئی۔ کھیت سرکاری فوج کے ہاتھ رہا
ستارے کے قلعہ پر سرکار نے راجہ کا نشان چڑھا دیا۔ اور پیشوا کی
معزولی کا اُسکے عہدہ سے اشتہار جاری کیا اشٹی کی لڑائی مین پیشوا کا
وفادار جنرل گوکلا مارا گیا۔ اور ستارے کا راجا اپنے کُنبے سمیت لشکر کی

له مرہٹی زبان مین پیش [illegible] آگے [illegible] آگے [illegible] ۱۲

حمایت مین چلا آیا۔ ندان پیشوا اسقدر حیران و پریشان ہوا کہ آخر
تھک کر اور ہار مان کر ۱۸۱۸ع مین آٹھ لاکھ سال کا پنشن قبول کرلیا
اور ملک سے دست بردار ہو کر گنگا سیون کے لیے بٹھور مین آرہا۔
ترمک کو سرکار نے گرفتار کر کے جنم بھر کے لیے چنار کے قلعہ مین قید کردیا
اس پیشوا کی اوکھاڑ پچھاڑ مین ناگپور کے راجا آپا صاحب کی نٹ کھٹی
سرکار کو بخوبی ثابت ہوگئی وہ پیشوا اور پنڈارون سے سازش رکھتا تھا
اور پونا کی رزیڈنٹی پھوکنے کے بعد اسنے پیشوا کا دیا ہوا خطاب
سیناپت کا اختیار کیا تھا اور اپنے جھنڈے پر پیشوا کا نشان سینے
زری ٹکا چڑھا دیا تھا جنکنس صاحب رزیڈنٹ اپنی رزیڈنٹی کی حفاظت کا
اُپائے کرنے لگے رزیڈنٹ کے پاس اُسوقت کُل تیرہ سو سپاہی تھے
اور راجا کے پاس بیس ہزار سوار و پیدل رزیڈنٹی اور شہر کے
بیچ مین ایک پہاڑی سی ہے نام اُسکا سیتابلدی اُسی پر سرکاری
سپاہیون نے مورچہ جمایا ستائیسوین نومبر ۱۸۱۷ع کو راجہ کی
فوج نے اُنپر حملہ کیا اِس لڑائی مین سرکاری سپاہیون نے
نہایت بہادری دکھلائی یہانتک کہ چوتھائی کٹ گئے پر کھیت نہ چھوڑا۔
راجہ کی ساری فوج کو جو دل بادل کی طرح اُمنڈ آئی تھی تین تیرہ
کر کے بھگا دیا جب راجہ نے یہ حال دیکھا۔ کہلا بھیجا کہ فوج بے پروئی

لڑی مجھے بڑا افسوس ہے مین سرکار کا تابع ہون۔ رزیڈنٹ نے
جواب دیا کہ اگر تو سچا ہے فوج چھوڑکر ہمارے پاس چلا آ۔ راجہ
رزیڈنسی مین چلا آیا۔ رزیڈنٹ نے اُسے پھر نئے سرے ناگپور کی
گدی پر بٹھایا لیکن یہ نادان اسپر بھی اپنی حرکت سے باز نہ آیا۔ سرکار کو
دشمن اور پنڈاریون کو دوست سمجھتا رہا۔ تب ناچار سرکار نے اُسے
نظربند کرکے الہ آباد کو روانہ کیا۔ اور اُسکی جگہ ناگپور کی گدی پر گھوجی
بھونسلا کے پوتے کو بٹھایا۔ لیکن آپا راستہ سے بھاگ کر ناگپور سے
اسّی کوس پر نربدا کے دکھن ایک پہاڑی گونڈ سردار کی پناہ مین
چلا گیا۔ اور وہان فوج جمع کرکے بکھیڑا اُٹھانے لگا۔ ندان ۱۸۱۹ء
مین جب سرکار نے اُسکے علاج کی تدبیر کی وہ اُن جنگل پہاڑون کو
چھوڑکر سیندھیا کے قلعہ اسیرگڈھ مین جا گھسا اور پھر فقیری بھیس مین
پنجاب کی طرف چلا گیا۔ سرکار نے جودھپور کے راجہ کی فعل ضامنی
پر اُسے وہان رہنے کی اجازت دی اور ایک مدت بعد اُسی جگہ اُسکا
مرنا ہوا۔ سرکار نے اس قصور پر کہ اسیرگڈھ کے قلعہ دار نے
آپا صاحب کو پناہ دی تھی اور قلعہ دار کو سیندھیا کی پوشیدہ پروانگی
تھی سیندھیا کو سزا دینے کے لیے اِس مشہور مضبوط قلعہ کو گھیر کر اپنے
دخل مین کر لیا۔ اب رہ گیا ہلکر سو جسونت راؤ کا تو انتقال ہو گیا تھا

۱۸۱۹ء

اُسکی رانی تلسی بائی نے ایک لڑکا گودیکر گدی پر بٹھایا تلسی بائی نے اپنی فوج کے ڈر سے اپنے بارگنیت راؤسمیت سرکاری پناہ مین چلا آنا چاہا لیکن فوج نے اسمین اپنی تباہی سمجھکر جھٹ اُسکا سر کاٹ ڈالا اور لڑکے کے راجہ کے نام سے سرکار کے ساتھ لڑنے کا سامان کیا منڈراج کا کمانڈر انچیف جو پاس ہی موجود تھا بجلی کی طرح فوج لیکر اُنکے سر پر پہونچا۔ اور سپر ایا رتھید پورمین انھین ایسا کاٹا مارا اور دھکایا کہ تب سے وہ راج بالکل سُست پڑگیا ۱۸۱۸ء مین صلحنامہ لکھ گیا۔ کیا قدرت ہے قادر مطلق اور خالق برحق کی کہ سرکار نے تو خالی لوٹیرے اور ڈاکو یعنی پنڈاروں کا اس فوج سے ناس کرنا چاہا تھا لیکن وہان اُنکے حمایتی بلکہ بانی مبانی مرہٹون ہی کا ناس ہوگیا۔ گویا بالکل ہندوستان نجلیش ہوا۔ اور آپ سے آپ سرکار کے سایہ مین چلا آیا۔ سوا سے ستارے کے تمام علاقے پیشوا کے اور اکثر علاقے ناگپور کے دخل مین آجانے سے سرکاری عملداری بہت بڑھ گئی اجمیر بھی اُنکے قبضہ مین آیا۔ اور کچھ گجرات اور راجپوتانہ کے سب راجاؤن نے بلکہ اودے پور کے راناؤن نے بھی جنھون نے نہ مسلمان کے سامنے اور نہ مرہٹون کے آگے کبھی سر جھکایا تھا بڑی خوشی سے سرکار کا حفاظت کا ہاتھ اپنے

۱۸۱۸

اوپر قبول کیا۔ جب پیشوا ایسے سردار کی جو نو لاکھ گھوڑون کا دھنی
کہلاتا تھا بائی پیچ گئی تو اب پنڈارون کا ہم کیا حال لکھین اتنا ہی لکھنا
کافی ہے کہ دکھن کی سرکاری فوج سے نربدا پار ہوتے ہی پنڈارون کے
بالکل علاقون مین قبضہ کرکے انھین تین تیرہ کردیا۔ اور بنگالہ کی سرکاری
فوج نے بھی خوب انکا شکار کیا۔ امیر خان نے جسکے جانشین اب
ٹونک کے نواب کہلاتے ہین اپنی لٹیری فوج دور کرکے سرکار کو
عہدنامہ لکھدیا۔ کریم خان اور واصل محمد پنڈارون کے سردارون نے
جو مہید پور مین ہلکر کی فوج کے ساتھ سرکار سے لڑے تھے اپنے تئین
سرکار کے حوالہ کردیا۔ سرکار نے انھین کھانے کو گورکھپور مین جاگیرین
دین واصل محمد نے بھاگنا چاہا تھا اور جب بھاگ نہ سکا زہر کھاکر مرگیا
ان پنڈارون کا نامی سردار چیتو جو آپا صاحب کے ساتھ اسیر گڈھ تک
گیا تھا جنگل مین شیر کا لقمہ ہوا۔ لکھنو کا نواب وزیر سعادت علی خان
سنہ ۱۸۱۴ء مین مرگیا تھا اسکے بیٹے اور جانشین غازی الدین حیدر نے
ب سرکار کی اجازت سے لقب بادشاہ کا اختیار کیا۔ مارکوئیس آف ہسٹنگز
سنہ ۱۸۲۳ء مین گورنر جنرل کے عہدے سے مستعفی ہوکر ولایت گیا اور
ن اُسے اِن خدمتون کے انعام مین چھ لاکھ روپیہ کی قیمت کا
رکار سے علاقہ ملا۔ اسکے عہدہ پر جارج کننگ صاحب مقرر ہوا تھا

لیکن پیچھے سے جب اُسنے اُس سے انکار کیا لارڈ ایمہرسٹ
گورنر جنرل مقرر ہوکر پہلی اگست کو کلکتہ مین داخل ہوا۔

لارڈ ایمہرسٹ

نیپالیون کی طرح برہما والون کا بھی سر کھجلایا۔ ملک بڑھانے کا
شوق پیدا ہوا ارکان منی پور اور آسام فتح کرکے کچھار پر چڑھائی کی
کچھار کے راجہ نے سرکار کی پناہ لی۔ سرکار نے اسکی مدد کو فوج بھیجی
لیکن برہما والون کا تو سر آسمان پر چڑھا ہوا تھا گورنر جنرل سے کہلا بھیجا
کہ چٹ گانون ڈھاکہ اور مرشد آباد بھی کسی زمانے مین ہمارے ملک کا
حصہ تھا بھلا چاہتے ہو تو اب بھی چھوڑ دو گورنر جنرل تو ہنسکر
چپ ہو رہے لیکن ان پاگلون نے سرکاری علاقون کو اپنی
نانی جی کی میراث سمجھکر چٹگانون کے کنارے پر چوٹا ہو رہا کے
ٹاپو مین سرکاری چوکی کے تیرہ جوان تھے تین اُنمین سے کاٹ ڈالے
باقی بیچارے جان لیکر بھاگے۔ ندان ۵۔ مارچ سنہ ۱۸۲۴ع کو سرکار
نے لڑائی کا اشتہار دیا۔ کچھ تھوڑی سی فوج نے تو برہمپتر کے کنارے
کنارے جاکر بالکل آسام مین دخل کیا۔ اور دوسری نے ارکان جا لیا
اور باقی گیارہ ہزار فوج نے جہازون مین سوار ہوکر رنگون پر
نشان چڑھایا جب سرکاری فوج برہما کی دار السلطنت اوا

سنہ ۱۸۲۴ع

لینے کے ارادے وہان سے آگے بڑھی ہر لڑائی مین برہماوالون پر
فتح پائی گئی۔ لیکن آب وہوا کی خرابی اور بیگانہ ملک ہونے کے
سبب آدمی اور روپیہ دونون کا بڑا نقصان ہوا۔ بڑے بڑے
بکٹ جنگل اور دلدلون مین لڑنا پڑا۔ اندھے کے ہاتھ جیسے بٹیر لگے
ٹینگی مہا بندولا کے آدمیون نے کہین چٹ گانؤن کے ضلع مین
رامون کے درمیان مین سوپچاس سرکاری سپاہی کاٹ ڈالے تھے
راجہ نے اسے دوسرا رستم سمجھا۔ سیناپت مقرر کرکے سرکاری فوج
کے مقابلہ کو بھیجا۔ اسنے بھی بیڑا اٹھایا کہ بے فرنگیون کے نکالے
دربار مین منھ نہین دکھلاؤنگا لیکن سچ اسنے منھ نہین دکھلایا۔ کئی
لڑائیون کے بعد ڈونا بیو کے قلعے مین بان لگ کر مر گیا۔ ندان
جب سرکاری فوج انھین شکست دیتی انکے قلعے اور توپخانہ لیتی
فتح کے نشان اڑاتی آوا سے کل چار منزل ادھر ینڈابو مین
جا پہونچی۔ راجہ نے گھبرا کر صلح کر لی۔ چار قسطون مین ایک
کرور روپیہ لڑائی کے خرچ بابت دیا۔ اور آسام آراکان اور
مرتبان کے دکھن کا ملک بالکل چھوڑ دیا۔

اسی لڑائی کے شروع مین سینتالیس پلٹن کو اور دو پلٹنون کے
ساتھ جو بارکپور کی چھاونی مین تھین رنگون جانے کا حکم ہوا تھا۔

۱۸۲۴ع

سپاہی سمندر کا نام اور برہما کی آب و ہوا اور راموں کے قتل کا حال سنکر بھیجا گئے جانے سے انکار کیا پر پیٹ بھرو گوروں کی پلٹنین کلکتہ سے بلائی گئین سینتالیسوین کے بہتیرے سپاہی توپ سے اڑا دیے گئے بہتیرے پھانسی پڑے بہتیرون نے قید مین مٹی کاٹی باقی کے نام کٹ گئے۔

سنہ ۱۸۲۳ء

پھر تورمین سنہ ۱۸۲۳ء مین راجہ رنجیت سنگھ کے بیٹے رندھیر سنگھ کے لاولد مرنے پر رندھیر سنگھ کا بھائی بلدیو سنگھ گدّی پر بیٹھا۔ اُسکے بھتیجے درجن سال نے اس چھوٹی بات پر کہ مجھے رندھیر سنگھ نے گود لیا تھا گدّی کا دعوے کیا۔ بلدیو سنگھ نے اپنے لڑکے بلونت سنگھ کو راجپوتانہ کے رزیڈنٹ سر ڈیوڈ اکٹرلونی کی گود مین رکھدیا۔ اور کہا کہ درجن سال ضرور میرے بعد بکھیڑا کریگا۔ مین چاہتا ہون کہ آپ میرے رہتے میری گدّی پر بٹھا دین رزیڈنٹ نے خوشی سے یہ بات قبول کی اور بلونت سنگھ کو گدّی پر بٹھا دیا۔

سنہ ۱۸۲۵ء

سنہ ۱۸۲۵ء مین بلدیو سنگھ کا انتقال ہوا۔ درجن سال نے بلونت سنگھ کے ماموں کو مار ڈالا۔ اور بلونت سنگھ کو قید کرکے راجگدّی پر آپ بیٹھا۔

سر ڈیوڈ اکٹرلونی نے لڑائی کی تیاری کی۔ لیکن سرکار نے

اُسکی یہ تجویز پسند اور منظور نہ کی۔ سر ڈیوڈ اکٹرلونی نے اُسی دم استعفا بھیجا۔ اور میرٹھ کے مقام مین مرگیا۔ بھرتپور والون کا گمان ہے کہ اُسنے زہر کھایا۔ اِسکے عہدہ پر سر چارلس مٹکاف مقرر ہوا۔ اِس عرصہ مین درجن سال کا بھائی مادھو سنگھ اِس سے بگڑ گیا۔ اور ڈیگ مین جاکر سپاہی بھرتی کرنے لگا۔

سرکار نے دیکھا کہ پنڈارون کی طرح یہ لوگ پھر لوٹ مار کا بازار گرم کرینگے اور ہوتے ہوتے سرکاری عملداری مین فساد اُٹھاوینگے۔ درجن سال کو بہت سمجھایا۔ جب اُسنے کچھ نہ مانا لارڈ کمبر سر کمانڈر انچیف کو بیس ہزار فوج لیکر درجن سال کے نکالنے کے لیے بھیجا۔ دسوین دسمبر کو سرکاری لشکر بھرتپور کے سامنے پہونچا۔ اور اٹھارھوین جنوری کو سُرنگین اُڑاکر قلعہ توڑا۔ درجن سال پکڑا گیا۔ بلونت سنگھ کو سرکار نے نئے سر سے گدی پر بٹھایا۔ انھین دنون مین یعنی ۱۸۲۶ء مین سرکار نے ڈچ لوگون کو سماترا کے ٹاپو مین بن کلن دیکر اُنسے ملاکا اور سنگاپور کا ٹاپو لے لیا۔ اور یہی اسٹریٹ سٹلمنٹ کہلایا۔

۱۸۲۶ء

لارڈ بنٹنک

لارڈ ایمہرسٹ کے جانے پر وہی لارڈ بنٹنک

سنہ ۱۸۲۸ء جو سابق مین مندراج کا گورنر تھا۔ وسیلہ کے زور سے گورنر جنرل مقرر ہو آیا۔

[illegible] سنہ ۱۸۳۴ء [illegible]

اسکے وقت مین لڑائی بھڑائی کوئی نہین ہوئی۔ بڑی بھاری بات یہ ہوئی کہ ستی ہونے کی بڑی بُری رسم یکقلم موقوف کی گئی۔

گورگ کا راجہ اپنے ظلم کے باعث دکھن سے بنارس قید ہو آیا۔ اور اُسکا علاقہ اُسکی رعیت کی خواہش مطابق سرکاری عملداری مین شامل ہوگیا۔

لارڈ بنٹنک نے سرکاری خرچ کی بہت تخفیف کی۔ اور ہندوستانیون کو سرکاری بڑے عہدون کے ملنے کی نیو ڈالی۔

سنہ ۱۸۳۳ء مین کمپنی کو بیس برس کے لیے پھر سند ملی ہندوستان کی تجارت تو پہلے ہی اسکے ہاتھ سے نکل گئی تھی اب اس سند کی روسے چین کی بھی باقی نہ رہی۔

لارڈ آکلینڈ

سنہ ۱۸۳۵ء اگست سنہ ۱۸۳۵ء مین لارڈ بنٹنک نے کام چھوڑا۔ مارچ سنہ ۱۸۳۶ء تک یعنی لارڈ آکلینڈ کے پہونچنے تک سر چارلس مٹکاف نے

سنہ ۱۸۳۷ء گورنر جنرل کا کام کیا۔ لکھنؤ کا بادشاہ نصیر الدین حیدر مر گیا پہلے تو اسنے دو لڑکون کو اپنا مانا تھا لیکن پھر انکار کیا۔ اسی سبب

کرنل لو رزیڈنٹ نے اُسکے مرنے پر اُسکے چچا نصیر الدولہ کو جو سعادت علی خان کا تیسرا بیٹا تھا اور مسلمانون کی شرع مطابق وارث ہوسکتا تھا مسند پر بٹھانا چاہا۔ بالکل طیاری ہو چکی تھی صرف مسند پر بیٹھنے کی دیر تھی کہ یکایک بادشاہ بیگم یعنی غازی الدین حیدر کی بیگم نے کچھ سپاہی محل مین گھسا کر نصیر الدولہ اور رزیڈنٹ دونون کو گھیر لیا۔ اور آپ آکر اُن دونون لڑکون مین سے ایک کو جسکا نام منّا جان تھا مسند پر بٹھا دیا۔

رزیڈنٹ نے بیگم کو بہتیرا سمجھایا کہ یہ کیا پاگل پنا ہے لیکن جب دیکھا کہ اُسکی عقل بالکل جاتی رہی ہے کسی ڈھب محل سے باہر نکل آئے۔ اور کچھ سرکاری فوج لیجاکر بیگم اور اُسکے پوتے کو تو پکڑ کر قید رہنے کو چنار کے قلعہ مین بھیجدیا۔ اور نصیر الدولہ کو محمد علی شاہ کے نام سے مسند پر بٹھایا۔ اِسمین بیگم کے تیس چالیس آدمی مارے گئے اور گھائل ہوے۔

اقبال الدولہ نصیر الدولہ کے بڑے بھائی کا بیٹا تھا۔ لیکن اسنے بیگم کی طرح بیوقوفی نہ کرکے دوسری طرح کی بیوقوفی کی کورٹ آف ڈائرکٹرس کے سامنے اپنا دعوے پیش کرنے کو خود ولایت گیا۔ اور جب وہان سے صاف جواب پایا۔ بغداد مین

رہنا اختیار کر لیا اُسکا بڑا بھائی یمین الدولہ بنارس مین رہ گیا
اسی کے تھوڑے دن بعد ستارے کے راجہ کی بھی کچھ
عقل ماری گئی - یہ نہ سمجھا کہ اُسنے وہ اپنے پرکھاؤن کی گدی صرف
سرکار کی مہربانی سے پائی آخر مرہٹا تھا گو دے مین پرتگیزون سے
جوڑ توڑ لگانے لگا کہ اُنکی فوج انگریزون کو نکالکر اسے ملک کا مالک
کرے - اور یہ انھین دھن اور دھرتی دے -

ناگپور والے آپا صاحب سے بھی چھٹی پتری جاری کی - سرکاری
فوج کے سپاہیون کے بھاگنے کی کوشش ہونے لگی - سرکار نے
بہت سمجھایا - آخر جب کسی طرح اپنی حرکتون سے باز نہ آیا قید کرکے
بنارس بھیجدیا اور اُسکے بھائی کو ۱۸۳۹ء مین گدی پر بٹھایا -

اس عرصے مین احمد شاہ درانی کے پوتے شاہ شجاع الملک کو
جو افغانستان کا بادشاہ تھا - اُسکے بھائی محمود نے وہان سے
نکالدیا تھا - شاہ شجاع تو کچھ دن رنجیت سنگھ کی قید مین رہ کر اور
کوہ نور ہیرا کھو کر پناہ کے لیے انگریزی عملداری مین چلا آیا - اور
محمود کو اسلیے کہ اُسنے اپنے وزیر فتح خان بارک زئی کو جسکی
مدد سے تخت پایا اندھا کرکے مارڈالا تھا فتح خان کے بیٹے
دوست محمد خان نے تخت اُتار کر کابل پر اپنا قبضہ کر لیا قندھار دوست محمد خان

بھائیون کے دخل مین رہا۔ محمود ہرات کو چلا گیا اور اُسکے بعد اُسکا
بیٹا کامران وہان کا بادشاہ ہوا۔ کونٹ سمونیچ نے جو ایران مین روس کا
ایلچی تھا۔ یہ موقع اپنے مالک کا اسطرف اختیار بڑھانے کا بہت
غنیمت سمجھا۔ ایران کے بادشاہ کو اُبھارا کہ افغانستان پر
دعوے کرے اور اُسکا لشکر ہرات کے محاصرہ کو بھجوایا۔
بلکہ فوج خرچ کے لیے کچھ روپیہ بھی اپنے یہان سے دلوایا۔
اگرچہ ایران کا لشکر ہرات سے ہار کر لوٹ گیا اور جب انگلستان نے
روس سے جواب طلب کیا۔ روس کے شہنشاہ نے اصلی بات
چھپا کر کونٹ سمونیچ کے بالکل کامون سے انکار کر دیا لیکن سرکار کمپنی کو
بخوبی ثابت ہوگیا کہ روس کا ہندوستان پر دانت ہے جب
کبھی قابو پاویگا۔ ادھر پیر پھیلا دیگا۔ اور الگزنڈر برنس صاحب نے
بھی جو ۱۸۳۷ء مین ایلچی ہوکر کابل گئے تھے یہی بیان کیا کہ دوست محمد
بالکل روس والون کی صلاح مین ہے۔ اور روس والون نے
اس سے پکا وعدہ کیا ہے کہ ہم پیشاور رنجیت سنگھ سے واپس
لے دینگے۔ سرکار نے ذرا بھی اس بات پر غور نہ کیا کہ بھلا
روس والے کیونکر ادھر آسکینگے۔ اگر کہین کہ کیا وہ ایران توران
تاتار اور افغانستان والون کو سمجھا کر اور لالچ دکھلا کر [illegible]

ہندوستان پر نہین چڑھا سکتے ہین تو ٹک سوچنا چاہیے کہ
اب وہ محمود غزنوی اور چنگیز خان کا زمانہ نہین ہے کہ جب ننگے پاؤن
اور ننگے سر گکّر لوگ محمود کے رسالون کو کاٹتے تھے۔ اور ایک
ہاتی کے بھاگ جانے سے انند پال ایسے راجہ لڑائی ہار جاتے
تھے۔ جب جنگل سے سونٹے کاٹ کاٹ کر بیلون پر سوار جلال الدین
خوارزم والے کے آدمی سندھو ساگروہ آپ مین چنگیز خان کی
فوج سے لڑتے تھے۔ اور بڑے بڑے بادشاہ بالکل مدار لڑائی کا
اپنا تیر اندازون پر رکھتے تھے۔ برابر دیکھتے چلے آتے ہو
کہ کیسے کیسے دل بادل سینا شاہ سلطان نواب مرہٹے نیپالی
اور برہما والون کی سرکاری ذرا ذراسی فوج کے سامنے پیٹھ
دکھا گئی۔ بات تو یہ ہے کہ ڈوپلے اور بسی سری کے فرانسیسیون کی
سکھلائی سپاہ بھی انگریزی توپخانے کے سامنے روئی کے
پھاؤن کی طرح اڑ گئی۔ اگر کہین کہ روس والے کیا اپنی فوجین
پنجاب تک نہین لا سکتے ہین تو ٹک سوچنا چاہیے کہ روس
اور پنجاب کے درمیان کیسے کیسے جنگل اُجاڑ اور پہاڑ پڑے
ہین پہلے تو روس مین اتنا روپیہ نہین کہ پچاس ہزار بھی اچھی
قواعد والی فوج ضروری توپخانہ کے ساتھ اس راہ لانے کا

لہ انند پال کی لڑائی مین
محمود غزنوی ... ۱۰۰۸ء

خرچ ہوئیکے دوسرے جتنے دن اُس فوج کو ایک ہندوکش پہاڑ کی
گھاٹی پار ہونے مین لگینگے ہماری سرکار اُس سے دونی فوج دھوئینکے
جہاز اور ریل گاڑیون پر انگلستان سے سندھ کنارے پہونچا
سکتی ہے اور پھر روس والے تو وہان رستے کی سختی سے تھکے
تھکائے اور افغانستان مین رسد کی کمی اور وہان کی آب وہوا
نئی ہونے کے سبب بھوکے ماندے پہونچینگے۔ اور انگریز اپنی
سرحد پر گویا اپنے گھر مین ہونگے پنجاب کی زرخیزی مشہور ہے
کیسی کچھ رسد پہونچیگی۔ اِسمین کسی طرح کا شک نہین کہ اُن پچاس ہزار
روسیون کے تباہ کرنے کو سرکاری ایک پلٹن گورون کی خیبر کے
تھانے پر کافی ہوگی۔ ندان سرکار نے ذرا بھی اِس بات پر غور نہ کیا
اور کابل مین فوج لیجا کر شاہ شجاع کو تخت پر بٹھانے کا منصوبہ
باندھا رنجیت سنگھ کو بھی اُسمین شامل کرلیا اور آپسمین عہدوپیمان
ہوگیا کہ پشاور وغیرہ جو کچھ علاقے سندھ اُس پار خواہ اُس پار
رنجیت سنگھ نے دبا لئے تھے شاہ شجاع یا اُسکا کوئی جانشین کبھی
اُنپر کچھ دعویٰ نہ کرے۔ سندھ کے امیرون سے بھی قول قرار ہوگیا کہ
اُس راہ سرکاری فوج کے آنے جانے مین کچھ روک ٹوک
نہووے۔ ندان پچھیس سرکاری فوج بنگالہ اور بمبئی کی

سنہ ۱۸۳۹ء

۱۵۱۷۸

ایک سو دس توپون کے ساتھ سر جان کین صاحب بمبئی کے
کمانڈر انچیف کے تحت مین سندھ اور بلوچستان کی راہ سندھ ندی
اور بولان گھاٹ پار ہوکر قندھار مین پہونچی۔ اور ۱۸۳۹ء کی آٹھوین مئی کو
شاہ شجاع وہان تخت پر بیٹھایا بڑی دھوم دھام سے اُسکی سلامی
ہوئی سر ولیم میکناٹن صاحب سرکار کی طرف سے ایلچی کے طور پر
شاہ کے ساتھ تھے۔ الگزنڈر برنس صاحب بھی ہمراہ تھے۔ اُنکو
امید تھی کہ افغانستان مین داخل ہوتے ہی رعیت شاہ کی طرف
رجوع ہو جائیگی۔ لیکن وہ بات بالکل ظہور مین نہین آئی یہانتک
کہ شاہ نے جب وہان کے دستور بموجب دس ہزار روپیہ
نعلبندی کو اور قرآن قسم کھانے کو غلزئی سردارون کے پاس بھیجا
اُنھون نے روپیہ تو لے لیا اور قرآن ویسے کا ویسا ہی واپس کیا
تیئیسوین جولائی کو بارود سے پھاٹک اُڑا کر سرکاری فوج نے
گڑھ غزنین لیا۔ اور سات اگست کو فتح کا نشان اڑاتی
کابل مین داخل ہوئی دوست محمد ترکستان کی طرف بھاگ گیا
شاہ شجاع کے بیٹے شاہزادہ تیمور کے ساتھ جو پانچہزار سپاہی
پشاور سے کابل کو روانہ ہوئے تھے اور جنگی مدد کے لیے
رنجیت سنگھ نے چھہ ہزار سکھ جنرل ونتورا کے تحت مین تعینات کیے تھے

۱۸۳۹ء

وہ بھی خیبر گھاٹی کی راہ علی مسجد مین لڑتے اور جلال آباد کا قلعہ لیتے
تیسری ستمبر کو کابل مین آپہونچے۔ جب سرکار نے دیکھا کہ شاہ شجاع
اپنے باپ دادے کے تخت پر بیٹھ گیا۔ اُس تخت کی سست بنیاد پر
مطلق لحاظ نہ کرکے کچھ تھوڑی سی فوج بنگالہ کی وہان انتظام
کے لیے چھوڑدی اور باقی سب کو ہندوستان مین واپس
طلب کرلیا قندھار جاتے وقت بلوچستان کے محراب خان نے
کچھ چھیڑ چھاڑ کی تھی۔ اسلیے بمبئی کی فوج نے لوٹتے وقت اُسکا
قلعۂ قلات توڑ ڈالا۔ اور وہ بھی اس لڑائی مین بہادری
کے ساتھ مارا گیا۔

لارڈ آکلینڈ کو کابل فتح ہونے کی خوشی مین ولایت سے
ارل کا خطاب آیا سر جان کین بیرن ہوا۔ اور بھی بہتون کو اُنکی
خدمت مطابق درجہ بڑھا۔ چوتھی نومبر کو جب سر ولیم میگناٹن صاحب
ہوا کھاکر اپنی کوٹھی کو آتے تھے راستہ مین ایک سوار نے خبر دی
کہ دوست محمد حاضر ہے۔ اور پھر دوست محمد نے بڑھکر اور
گھوڑے سے اُترکر تلوار نذر دی۔ میگناٹن صاحب نے اُسکی
بڑی خاطر کی۔ نظر بند رہنے کے لیے ہندوستان بھیجا اِس
عرصہ مین چھوٹے چھوٹے لڑائی جھگڑے بیشک ہر طرف ہوتے رہے

سنہ ۱۸۴۰ء

لیکن وہ کبھی گنتی مین نہ تھے۔ کبھی کوئی سردار مالگزاری ادا کرنے
مین دیر کرتا سرکاری سپاہی اُسکا گڑھ قلعہ توڑ پھوڑکر اُسے ہوش
مین لا دیتے۔ کبھی کوئی دوست محمد کے بیٹے اکبر خان کی مدد
کے لیے سر اُٹھانا چاہتا وہان یہ فوراً پہونچکر اُسے اُسی جگہ
دبا دیتے۔ یہانتک کہ سر ولیم میگناٹن صاحب نے سمجھا کہ اب
ملک کا انتظام بخوبی ہو گیا اور قصد کیا کہ الگزنڈر برینس کو اپنے
عہدے پر مقرر کرکے آپ گورنری کے عہدہ پر جو سرکار سے
ملا تھا بمبئی چلے آوین اور جو کچھ سرکاری فوج کابل مین گئی تھی
اُسے بھی ہندوستان کی طرف روانہ کر دین۔ یہ نہ سوچے
کہ افغانستان مسلمانون کا ملک ہے۔ ہندو اور مسلمان مین زمین
اور آسمان کا فرق ہے۔ وہان والے خوب سمجھے ہوئے تھے
کہ شاہ شجاع انگریزون کی کٹھ پتلی ہے۔ اور تماشا یہ کہ انگریزون
کی بدولت اُسے اپنے باپ دادا کا تخت نصیب ہوا تو بھی وہ
ایسے ناراض تھا۔ اپنے ملک مین انکا رہنا ہرگز نہین پسند
کرتا تھا۔ اُدھر مالک کو بھی منظور تھا کہ جاسے جیسا کوئی بڑا
طاقت والا اور عقلمند کیون نہو ایک دن ٹھوکر کھا جاوے
بلکہ یہ اُسکی بڑی مہربانی ہے کیونکہ ایسی ہی ٹھوکرین کھانے سے

۱۸۴۱ء

آدمی اپنی عقل اور اپنی طاقت کا بھروسا نہ رکھکر سدا مالک پیدا کرنے والے کا
سہارا ڈھونڈھتا ہے اور اُسکے ڈر سے ظلم اور غیر واجب کام نہ کرکے
پوری ترقی کو پہونچتا ہے جو ٹھوکر نہ کھا جائے گھمنڈ مین ڈوب کر فرعون کی
طرح یکبارگی ناس ہو جاتا ہے۔ ندان آپ آگے انگریزی افسرون کے
جو جو کام کابل مین سنوگے بس یہی کہوگے "(بنا شکالے بپرپت بدھی)" ندان
بدہان بلوہ ہونے کی اصل یون بیان کرتے ہین کہ کسی افغان سردار نے
کسی انگریزی عہدہ دار کی کچھ شکایت اُسکے افسر سے کی۔ افسر نے
کچھ بھی نہین سُنی سخت سُست کہکر نکلوا دیا اور یہ بات کچھ اسی کے واسطے
یا نہی نہ تھی اُس افغان نے اِس بات کی شکایت شجاع سے کی
شجاع کے مُنھ سے اُسوقت دربار مین بے اختیار یہ نکل گیا کہ "از
شما ہیچ نمی آید" یعنی تم لوگون سے کچھ بھی نہین بن پڑتا ہے۔ بس اتنا
کہنا گویا افغانون کے بگڑے ہوئے دلون کی بھری ہوئی توپ پر
رنجک کا فلیتہ پہونچانا تھا سویرے ہی دوسری نومبر کو کابل والون
نے بلوہ کیا دوکانین سب بند ہوگئین دو تین سو بدمعاشون نے
برنس صاحب کی کوٹھی مین جا کر اُٹھین اور تمام صاحب لوگ میم
لڑکے اور ہندستانی نوکرون کو جو اُسوقت وہان موجود تھے
مار ڈالا اور تمام مال و اسباب لوٹ کر مکانون کو پھونک دیا برنس صاحب

شہر مین رہتے تھے جب اُنکے مارے جانے کی خبر چھاونی
مین پہونچی تو اِس بات کے بدل کہ فرست سب جوان کمر کس کر
شہر مین چلے آتے اور بلوائیون کو جیسا اُنھون نے کیا تھا اُسکا
مزہ چکھاتے اُنکے افسر ناحق سپاہیون کو اِدھر اُدھر بھیجنے بلانے
اور بے فائدہ جوڑ توڑ جمانے مین اپنا قیمتی وقت کھونے لگے
اگر بالا حصار مین بھی چلے جاتے جہان شاہ شجاع رہتا تھا
اور شہر سے لگا ہوا تھا۔ مقدور نہ تھا کہ کبھی کوئی اُنکو اُس قلعہ سے
نکال سکتا۔ لیکن جنرل الفنسٹن کے دماغ مین خلل آگیا تھا اور
بریگیڈیر شیلٹن جو اُسکا مددگار مقرر ہوا تھا۔ ہندوستان لوٹنے کی
آرزو مین جی دیتا تھا۔ دونون نے سر ولیم میکناٹن سے یہی کہا
کہ اب کابل مین رہنا ناممکن جسطرح بنے جلال آباد پہونچنے کا
بندوبست کرو۔ اور وہان سے ہندوستان کو چلیدو۔ بلوائیون کا
زور اِس عرصہ مین بہت بڑھا سارا کابل پہاڑی افغانون سے
بھر گیا شہر کے باہر بھی جدھر دیکھو یہی دکھائی دیتے تھے گویا سارے
ملک مین بلوہ ہوا بائیسوین نومبر کو اکبر خان بھی کابل مین آکر اُنکے
شامل ہوگیا ندان جب سر ولیم میکناٹن نے دیکھا کہ سرکاری
فوج کا ہر طرح نقصان ہوتا جاتا ہے اور اُسکے افسر سوا اسے

ہندوستان لوٹ چلنے کے اور کسی بات پر مستعد نہین ہوئے
اکبرخان سے کابل چھوڑنے کی بات چیت شروع کی اور یہ
ٹھہری کہ دونون کی ملاقات ہو اسمین ساری شرطین طے
پاجائین۔ لوگون نے میکناٹن صاحب سے کہا کہ اکبرخان کا
اعتبار کرنا عقلمندی نہین ہے اُنھون نے اتنا ہی جواب
دیا کہ ہم خوب جانتے ہین لیکن ایسی زندگی سے
سو دفعہ مرنا بہتر ہے۔

نئے دن تئیسوین دسمبر کو قریب دوپہر کے سر ولیم میکناٹن
صاحب کپتان لارنس[1] اتر یور اور مکنزی کو ساتھ لیکر چھاونی سے
اکبرخان کی ملاقات کو باہر نکلے اکبرخان استقبال کرکے
انھین اپنے ڈیرہ پر لیگیا۔ لیکن وہان ان چارون سے
پستول اور تلوارین چھنوا کر تین کو تو اپنے سوارون کے
پیچھے بٹھلا کسی قلعہ مین بھجوا دیا (کپتان ٹریور گھوڑے سے گرجانے
کے باعث راستہ مین مارا گیا) اور سر ولیم میکناٹن پر جب
اُنھون نے اکبرخان کے قابو سے نکلنا چاہا اسنے طپنچہ چلایا
اور پھر اسکے ساتھیون نے انھین ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا
فوج والون کی اسپر بھی آنکھ نہ کھلی۔ پھر اکبرخان سے صلح کی

بات چیت کی اُس دغاباز نے یہ شرط ٹھہرائی کہ سرکاری فوج
تمام خزانہ اور توپخانہ اُسی جگہ چھوڑ دے - صرف چھ توپون
کے ساتھ ہندوستان کی راہ لے - برف پانچ انچھ سے زیادہ
پڑگئی تھی - سرکاری فوج ساڑھے چار ہزار سوار سپاہی اور
بارہ ہزار بھیڑ لڑکے لوگائیون کی گنتی نہین چھٹی جنوری کو
پہر دن چڑھے پر ہیبت لے دن چھاؤنی چھوڑ کر جلال آباد روانہ
ہوئی بیمارون کو بھی اکبر خان کے سپرد کیا - ساتوین کو کابل سے
پانچ کوس پر بت خاک مین ڈیرہ پڑا افغانون نے ہر طرف سے
حملہ کرنا شروع کر دیا - سرکاری فوج کو اپنی توپین آپ ہی
کیلنی پڑین - اکبر خان ساتھ تھا بے ایمان حفاظت کے لیے
آیا تھا جب اُس سے کہا کہ یہ کیا ہے - جواب دیا کہ بیقابو
ہون یہ لوگ میرا کہنا نہین مانتے فارسی مین سرکاری
آدمیون کو سنا کر اُنھین دھمکاتا تھا کہ خبردار سرکاری فوج کو
ہرگز نہ چھیڑو اور پشتو مین اُنھین شہ دیتا تھا کہ ہان ایک کو بھی
انھین سے جیتا نہ چھوڑو معاملہ دین کا ہے - آٹھوین کو خرد کابل کا
گھاٹہ پار ہونا تھا یہ پانچ میل لمبا ہے - دونون طرف اکثر پانچ
پانچ سو فیٹ تک سیدھے اونچے پہاڑ کھڑے ہین تفاوت

لہ افغانون کی کمینی بدذاتی

دونون کنارون مین پچاس گز سے زیادہ نہین ہے۔ ندی جو
اُسمین زور شور سے بہتی ہے اٹھائیس بار اُترنی پڑتی ہے۔
غلزئی افغان اُن پہاڑون کے اوپر سے گولیون کا مینہ برساتے
تھے۔ سرکاری فوج کے ہتھیار نرے بیکار رہتے یہ زمین پر۔ اور
وہ آسمان پر۔ کہتے ہین کہ اُس روز تین ہزار سے زیادہ آدمی
اس گھاٹ مین مارے گئے۔ نوین کو ناحق خرد کابل مین مقام یا
اکبر خان نے کہلا بھیجا کہ میم صاحب اور بال بچون کی تکلیف مین
نہین دیکھ سکتا ہون۔ اگر اُنکو میرے حوالہ کر دو مین بہت آرام
و حفاظت سے پہونچا دونگا۔ فوج کے افسر تو اِسکے بس مین
ہو گئے تھے اپنی میم اور بچون کو بھی اِسکے حوالہ کر دیا۔ دسوین کو
تنگ تاریک گھاٹ مین جو شاید دس فیٹ بھی چوڑا نہین ہے
نام ہی اُسکا تنگ اور تاریک ہے اتنے آدمی مارے گئے
کہ اَب کل ڈوسو ستر سوار سپاہی اور گولہ انداز اور چار ہزار
بھیڑ کے آدمی باقی رہ گئے۔ سو یہ بارھوین اور تیرھوین کو جگدلک
اور گندمک کے گھاٹون مین تمام ہوئے قصہ کوتاہ ساڑھے سولہ
ہزار آدمیون مین جو کابل سے چلے تھے صرف ایک ڈاکٹر
بریڈن صاحب جیتے جاگتے جلال آباد پہونچے گویا اِس

تباہی کی خبر پہونچاتے کوچ رہے تھے۔ جلال آباد مین اوریہی قسم کا
افسر تھا۔ وہ اصلی سپاہی سررابرٹ سیل بہادر تھا۔ روپیہ رسد
گولہ باروت سپاہی جو کچھ لڑائی کا سامان ہے سب کم تھا مگر دل کا
وہ بہت دلیر تھا۔ کابل والے افسرون کا حکم جو قلعہ خالی کردینے کا
پہونچا کچھ بھی خیال مین نہ لایا۔ اور اکبر خان سے مقابلہ کرنے کا
منصوبہ تھا نا بھونچال سے قلعہ کی دیوار بھی گر پڑی۔ تو اُسے دیکھتے ہی
دیکھتے پھر بنالی۔ رسد گھٹ گئی۔ تو گھوڑون کے گوشت سے لوگون کی
بھوک بجھائی۔ پر قلعہ نہ چھوڑا اکبر خان نے چھ ہزار فوج لیکر اُس
قلعہ پر حملہ کیا پر سررابرٹ سیل برابر اُسکا دانت کھٹا کرتا رہا۔ اُدھر
قندھار کو جنرل ناٹ دبائے رہا۔ بہتیرے بلوائی اسکے گرد جمع
ہوئے وہ سب کو پچھاڑتا رہا غزنین مین کرنل پامر تھا۔ اگر وہ
شہر مین کسی کو رہنے نہ دیتا کچھ نہوتا لیکن وہ شہروالون پر رحم کرگیا
برف کے موسم مین انھین باہر نکالنا انصاف نہ سمجھا
اور یہی اسکے حق مین زہر ہوا۔ شہر والون نے شہر پناہ توڑکر
بلوائیون کو بھیتر گھسا لیا۔ کرنل پامر قلعہ مین بند ہوا قلعہ مین رسد کی
تنگی تھی ایندھن بھی موجود نہ تھا۔ برف دو دو فیٹ پڑگئی تھی۔ ناچار
کرنل پامر نے وہان کے تمام سردارون سے اس بات کی

قسم لیکر کہ جبتک برف سے راہ بند ہے سرکاری سپاہ شہر مین رہے اور راہ کھلنے پر سردار لوگ اُسے حفاظت سے پشاور تک پہونچاوین قلعہ خالی کر دیا لیکن جب بلوائی دوسرے ہی دن اُنپر حملہ کرنے لگے۔ سپاہیون نے گھبرا کر رات کے وقت شہر پناہ مین چھید کیا اور سب کے سب باہر نکل پڑے انھین یہ خیال تھا کہ پشاور پچیس ہی تیس کوس ہے دھاوا مار کر چلے جائینگے لیکن برف مین قدم کب اُٹھ سکتا تھا صبح ہوتے ہی سب کے سب مارے اور پکڑے گئے انگریزون نے اپنے تئین پھر نئی قسمین لیکر سردارون کے حوالہ کر دیا۔

لارڈ ایلنبرا

۱۸۴۲ء

اس عرصہ مین لارڈ آکلینڈ ولایت چلا گیا۔ اور لارڈ ایلنبرا آخر فروری مین اُسکی جگہہ گورنر جنرل مقرر ہوکر آیا۔ لارڈ آکلینڈ نے جانے سے پہلے جلال آباد والون کی کمک کے لیے پشاور مین فوج جمع ہونے کا حکم جاری کر دیا تھا لیکن اب ایک دفعہ پھر کابل تک جانا اور افغانون کو سرکاری فوج کا زور دکھلا دینا بہت مناسب سمجھا گیا۔ یہ فوج اپریل مین جنرل پالک کے ساتھ پشاور سے کابل کی طرف روانہ ہوئی پالک صاحب

گھاٹون مین پہلے ہی سے کچھ کمپنیان پلٹنون کی دو طرفہ پہاڑون پر چڑھا دیتے تھے۔ اِس باعث افغان اوپر سے گولیان نہین چلا سکتے تھے۔ اگر چلانے کو جمع بھی ہوتے سرکاری سپاہی اُنکی خوب خبر لیتے تھے۔ سولھوین اپریل کو جلال آباد مین داخل ہوئے۔ قلعہ والون کے گویا سوکھے ہوے کھیت پھر لہلہائے اگست تک فوج اُسی جگہ ٹھہری رہی۔ اگست مین پھر آگے بڑھی۔ راستہ مین اکبر خان نے سولہ ہزار افغانون کے ساتھ سرکاری فوج کا مقابلہ کیا لیکن کچھ پیش نہ گئی۔ بھاگنا پڑا۔ پندرھوین ستمبر کو سرکاری فوج کابل مین داخل ہوئی اور سولھوین کو بالاحصار پر سرکاری نشان چڑھایا شاہ شجاع کو نواب زمان خان کے بڑے بیٹے نے مارچ ہی مہینے مین مار ڈالا تھا شجاع بالاحصار سے نکلکر اُسکے ساتھ اپنے لشکر کی طرف جاتا تھا اسنے راستے مین اُسپر دو نالی بندوق چلا دی۔ بس اب سرکاری فوج کو صرف اپنے قیدیون کی رہائی باقی رہ گئی۔ سوا اسکے اور کچھ بھی افغانستان مین کام نہ تھا اُدھر سندھ سے کچھ فوج لیکر جنرل انگلینڈ جنرل ناٹ کی کمک کو قندھار پہونچگیا لیکن جنرل ناٹ نے بہت سے آدمی جنرل انگلینڈ کے ساتھ سندھ کو لوٹا دیے۔

صرف تھوڑے سے چنے ہوے سپاہی لیکر جنرل پالک سے شامل
ہونے کے لیے کابل کی طرف کوچ کیا۔ وہ یہی کہتا تھا کہ ایک ہزار
سرکاری سپاہی پانچہزار افغانون کے بھگانے کو بہت کافی ہین
ندان جنرل ناٹ بھی لڑتا افغانون کو ہرطرف مارتا بھگاتا رستہ مین
غزنین کا قلعہ توڑتا پھوڑتا محمود غزنوی کے مقبرہ سے سومنات کے
صندلی کواڑ لیتا سترھوین ستمبر کو کابل مین آداخل ہوا۔ اکبرخان نے
تمام انگریز میم اور بابا لوگون کو جو اُسکے قابو مین تھے ایک افغان
صالح محمد خان کے ساتھ بامیان کی طرف بھیجدیا تھا اُسکا ارادہ تھا
کہ انھین تحفہ کے طور پر غلامی کے لیے تورانی سردارون کو بانٹ
دے لیکن صالح محمد اپنے ملگیا بیس ہزار نقد اور ہزار روپیہ ماہواری
پنشن کے وعدے پر صحیح و سالم سرکاری فوج مین پہونچادیا
جنرل الفنسٹن مرگیا تھا تو بھی سواے صاحب لوگون کے لیڈی
سکناٹن اور لیڈی سیل سمیت تیرہ میم اور اُنیس لڑکے ان قیدیون
مین تھے ندان ان قیدیون کو لیکر سرکاری فوج فتح فیروزی
کے نشان اڑاتی فیروزپور چلی آئی۔ گورنر جنرل نے دوست محمد خان کو
بھی چھوڑدیا۔ سرکار کا اس لڑائی مین کم سے کم سترہ ۱۷ کرور
روپیہ خرچ پڑا۔

۱۸۳۲ء سندھ کے امیرون سے ۱۸۳۲ء مین سرکار کا یہ عہد و پیمان
ہو گیا تھا کہ سندھ ندی کی راہ سرکاری آدمی بیٹک آوین جاوین
لیکن نہ کوئی جنگی جہاز اُسمین لاوین اور نہ لڑائی کا سامان اُدھر سے
۱۸۳۸ء کہین کو بیجاوین ۱۸۳۸ء مین یہ بھی ٹھہر گیا کہ ایک سرکاری
رزیڈنٹ وہان رہا کرے۔ لیکن جب سرکار کو معلوم ہوا کہ
یہ امیر ایران کے بادشاہ سے خط کتابت کرتے ہین لارڈ آکلینڈ
نے سرکاری فوج کابل جانے کے وقت اُنسے ایک عہد نامہ
اس مضمون کا لکھوا لیا کہ کچھ کسی قدر سرکاری فوج اُنکے علاقے مین
رہا کرے اور اُسکا خرچ اُنھین کے ذمہ رہے۔ امیر اسپر بھی اپنی
حرکت سے باز نہ آئے کابل کی لڑائیون مین سرداسکے دشمنون سے
سازش کرنے لگے اور سرکار کو یہ بھی خبر پہونچی کہ سندھ ندی پر
۱۸۴۳ء عہد نامہ کے خلاف محصول لگاتے ہین ندان ۱۸۴۳ء مین لارڈ ایلنبرا
نے اُنسے اس مضمون کا عہدنامہ طلب کیا کہ فوج خرچ کے
بدل وہ کچھ ملک سرکار کی نذر کرین اور سکہ سرکار کا جاری کرین
اور جو دھوین کی ناؤ سندھ ندی مین چلین اُنکے لیے جلانے کو
لکڑی دین نہ دین تو ناؤ والے جہان جو پیڑ پاوین
کاٹ لین۔

امیرون نے اس عہدنامہ پر بھی مہر کردی لیکن اُنکے بلوچی سردار اِس بات سے بہت ناخوش ہوئے میجر اُٹرم وہان رزیڈنٹ تھا اور سرچارلس نیپر وہان کے انتظام کے لیے کچھ فوج لیکر سندھ کی دارالحکومت حیدرآباد کے پاس پہونچ چکا تھا امیرون نے میجر اُٹرم سے صاف کہدیا کہ سرچارلس نیپر اگر حیدرآباد کی طرف بڑھیگا بلوچی بلوہ کرینگے سرچارلس نیپر کب رُکنے والا تھا۔

سنہ ۱۸۴۳ء

پندرھوین فروری کو بلوچیون نے بلوہ کیا اور رزیڈنٹی کو جا گھیرا رزیڈنٹ تو اپنے آدمیون سمیت ندی مین دھوین کی ناؤ پر چلا گیا لیکن اسباب کا بہت نقصان ہوا۔ جب سرچارلس نیپر حیدرآباد سے تین کوس پر میانی مین پہونچا دیکھا کہ امیرون کی فوج بیس ہزار سے زیادہ بہت مضبوطی کے ساتھ پڑی ہے اُنکی سپاہ تین ہزار سے بھی کم تھی لیکن شیر کیا گیدرون کی گنتی سے ہچکتا ہے۔ فوراً حملہ کردیا۔ سخت لڑائی ہوئی امیرون کی فوج نے شکست کھائی۔ پانچ ہزار کھیت رہے باقی بھاگ گئے سرکاری کُل باسٹھ آدمی کام آئے۔ لڑائی کے بعد چھ امیرون نے اپنے تئین سرچارلس نیپر کے حوالہ کردیا۔ اور وہ فتح فیروزی کے ساتھ

حیدر آباد مین داخل ہوا- دوسرے مہینے مین سر چارلس نیپر نے
اسی طرح ڈبا کی لڑائی مین میرپور کے امیر کو شکست دے کر
میرپور مین دخل کیا- اور کچھ سوار سپاہی بھیجکر امر کوٹ کا
مضبوط قلعہ لے لیا- جو کوئی امیرون مین سے اِدھر اُدھر
بچ رہا تھا دھیرے دھیرے ہر ایک سرکار کی قید مین
چلا آیا- اور سندھ بالکل سرکاری عملداری مین
شامل ہو گیا-

اِسی سال کے اندر گوالیار مین دولت راو سیندھیا کا
جانشین جنکوجی راو سیندھیا بے اولاد مر گیا- اُسکی رانی تارا بائی
نے جو خود تیرہ برس کی تھی ایک اپنا رشتہ دار لڑکا آٹھ برس کا
جیاجی راو گود لیکر اُسے گدی پر بٹھا دیا صاحب رزیڈنٹ کی
صلاح سے مہاراج کا ماموں یعنی ماما صاحب راج کا کام
انجام دینے لگا- لیکن دادا خاصگی والے نے رانی سے ملکر
ماما صاحب کو نکلوا دیا اور کام سب اپنے ہاتھ مین لیا-
صاحب رزیڈنٹ نے یہ حال دیکھکر دھولپور کی عملداری مین ڈیرہ جا کیا-
سیندھیا کی فوج مین کچھ پھوٹ پڑی کچھ فوج تو دادا خاصگی والے
کی طرف تھی اور کچھ بابو سیتولیا کی طرف دو دن تک آپس مین

گولے چلتے رہے ہے۔

آخر رانی نے فوج کو آپس کی لڑائی سے روکا۔ دادا خاصگی والا قید کرکے آگرہ بھیجا گیا۔ اور باپو سیتولیا دیوان ہوا۔ اِس عرصہ مین گورنر جنرل کا لشکر گوالیار کی سرحد پر پہونچ گیا تھا لارڈ ایلنبرا نے ایسا اچھا موقع اِس گوالیار کی طرف کا کھٹکا مٹانے کا ہاتھ سے جانے دینا مناسب نہ سمجھا کیونکہ اُدھر پنجاب مین بھی فساد اُٹھنے والا معلوم ہوتا تھا گوالیار والون سے صاف کہلا بھیجا کہ اگر صلح رکھنی منظور ہے تو گوالیار مین سرکاری کنٹنجنٹ کی فوج بڑھا دو۔ اور اُسکے خرچ کے لیے کچھ علاقے سرکار کے حوالے کرو۔ اور پھر ساتھ ہی اِس مضمون کا اشتہار دے کر کہ سرکاری فوج مہاراج کی حفاظت کے لیے آئی ہے گوالیار کی طرف کوچ کیا۔ اُنتیسوین دسمبر کو مہاراج پور اور پنیر مین سیندھیا کی فوج سے مقابلہ ہوا۔ خوب سخت لڑائی ہوئی۔ سیندھیا کی فوج نے ہر طرف سے شکست کھائی۔ پانچوین جنوری کو گورنر جنرل گوالیار مین داخل ہوے سیندھیا نے نیا عہد نامہ لکھدیا کہ جب تک وہ اٹھارہ برس کا ہو کام راج کا رزیڈنٹ کی صلاح کے مطابق اہلکار انجام دین کنٹنجنٹ کی فوج بڑھا دیجائے۔ اسکے خرچ کے لیے

سنہ ۱۸۴۴ء

کچھ علاقہ سرکار جدا کرے مہاراج کی سپاہ نوہزار سے کبھی زیادہ نہونے پاوے اور توپ بارہ جنگی اور کل ہیں ایسی ویسی رہین۔ لارڈ الینبرا گوالیار کی مہم طے کرکے کلکتے پھر گیا لیکن وہان ولایت سے اُسکی بدلی کا حکم آیا اُسکی جگہہ پر سرہنری ہارڈنگ گورنر جنرل مقرر ہوا۔

سرہنری (لارڈ) ہارڈنگ

رنجیت سنگھ لارڈ اکلینڈ کی ملاقات کے بعد ہی بیمار پڑا۔ اور ستائیسوین جون کو (۱۸۳۹ء) شام کے وقت ہوش حواس کے ساتھ اٹھاون برس کی عمرمین پرلوک کو سدھارا۔ حقیقت مین اس آخری زمانہ کے درمیان اس ملک مین یہ بہت بڑا اور نامی آدمی ہو گذرا اسکا دادا چیت سنگھ سوکرچک نام گانون کے رہنے والے نودھ سنگھ سانسی جاٹ کا بیٹا گوجرانوالہ مین ایک کچی گڑھی سی بنا کر رہا کرتا تھا۔ اور کام پڑنے سے پچیس سو سوار جمع کر سکتا تھا۔ رنجیت سنگھ نے اپنا ملک سندھ کی سرحد سے چین کی عملداری تک پہونچا دیا۔ اور خیبر کے گھاٹ سے ستلج تک بالکل اپنے قبضہ مین کرلیا۔ اسمین سے کچھ اوپر کروڑ روپیہ کا لوگون کو جاگیر اور معافی مین دے رکھا تھا۔ اور باقی کی آمدنی کا

۱۸۳۹ء

تخمیناً ڈیڑھ کرور روپیہ اُسکے خزانہ مین آتا تھا۔ مرتے وقت اُسنے
وان پن بھی خوب کیا۔ کرور روپیہ سے زیادہ جس روز وہ مرنے کو تھا
اُسی روز خیرات ہوا۔ اور تماشا یہ کہ لکھنا پڑھنا وہ کچھ نہین جانتا تھا
صرف نام بھر لکھ سکتا تھا۔ اور آنکھ بھی ایک ہی رکھتا تھا ایک
سیتلا مین جاتی رہی۔ لیکن آدمی کی پہچان بھگوان نے اُسے
ایسی دی۔ کہ بکرم بھوج اور اکبر کے بعد شاید اُسی کے دربار مین
نور تن گنے جا سکتے تھے۔ جب اُسکی لاش کو گنگا جل سے
نہلا کر چندن کے بمان پر جو سونے کے پھولون سے سجا ہوا تھا
جلانے کو لے چلے چار رانیان اچھی سی اچھی پوشاکین اور زیور پہنے
ہوے اُسکے ساتھ گئین۔ رانی کندن راجپوت راجہ سنسار چند
کانگڑے والے کی بیٹی مہاراج کا سر گود مین لیکر چتا پر بیٹھ گئی باقی تینون
جنمین دو سولہ سولہ برس کی نہایت خوبصورت تھین پانچ سات
لونڈیان ساتھ اُسکے چوگرد جا بیٹھین۔ ان سب کے چہرون پر رنج کا
نشان کچھ بھی نہ تھا بلکہ خوشی کا اثر معلوم ہوتا تھا۔ عجب ایک
سمان دیکھنے والون کے دل کو قلق دلانے کا تھا۔ ندان چتا مین
اگ لگائی گئی۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ راکھ کی ڈھیری ہوگئی
کہتے ہین کہ جب چتا جلتی تھی ایک ٹکڑا بادل کا نمودار ہوا

اور کچھ بوندین پانی کی برس گیا۔ گویا خود آسمان مہاراج کے مرنے سے رو دیا۔

رنجیت سنگھ کے بعد اُسکا بیٹا کھرک سنگھ اُسکی گدّی پر بیٹھا کھرک سنگھ اپنے باپ کے پرانے وزیر راجہ دھیان سنگھ سے کسی سبب ناراض ہو گیا دھیان سنگھ نے اُسکے بیٹے نونہال سنگھ کو ایسا اُبھارا۔ کہ اُسنے کھرک سنگھ کو نظر بند کر لیا اور راج کاج سب آپ کرنے لگا۔ کھرک سنگھ تھوڑے ہی دنون مین بیمار ہو کر مر گیا۔ کون جانے زہر دیا یا علاج ہی برا کیا جو ہو جب اُسے جلا کر نونہال سنگھ گھر کی طرف پھرا۔ راستہ مین ایک دروازہ ٹوٹ کر ایسا اُسپر گرا کہ وہ بھی اپنے باپ کے پاس سدھارا اُسکے ساتھ راجہ دھیان سنگھ کا بھتیجا میان اُتّم سنگھ بھی وہان کام آیا کہتے ہین کہ یہ سارا کرتوت دھیان سنگھ اور اُسکے بھائی گلاب سنگھ کا تھا لیکن دروازہ گرنے کا اصلی سبب آجتک کسی کو نہین معلوم ہوا سکھون نے اپنے دستور بموجب کھرک کی رانی چند کنور کو ملک کا مالک بنایا۔ اور گلاب سنگھ بھی اُسی کی جانب رہا۔ لیکن دھیان سنگھ نے فوج کو کھرک سنگھ کے بھائی شیر سنگھ سے ملا دیا۔ چند کنور قلعہ مین بند ہوئی فوج نے چارون طرف سے گھیر لیا۔ پانچ دن تک دونون طرف سے

خوب گولا چلا۔ گلاب سنگھ بھیتر دھیان سنگھ باہر تھا۔ جی مین دونون ایک لوگون کے دکھلانے کو یہ سوانگ رچا تھا۔ آخر اس بات پر صلح ٹھہری کہ شیر سنگھ گدی پر بیٹھے۔ چندر کنور کو نو لاکھ کی جاگیر دے اُسے کبھی اپنی رانی بنانے کا ارادہ نہ کرے۔ اور گلاب سنگھ اپنی فوج سمیت نشان اُڑاتا قلعہ سے باہر چلا جاوے کوئی کچھ روک ٹوک نہ کرے۔ کہتے ہین کہ گلاب سنگھ نے اپنی سولہ توپون کی سولہ بیلیان ایک ایک توپ کے پیچھے تیس تیس کارتوس رکھکر باقی بالکل روپون سے بھرین اور پانسو توڑے اشرفیون کے اپنے پانسو جوانون کے ہاتھ مین تھما دیے جواہر جسقدر ہاتھ لگا اپنی اردلی کے گھوڑچڑھون کو سپرد کیا۔ اور بھی بہت سا قیمتی اسباب لیا۔ قلعہ سے نکلکر شاہ درے کے نزدیک ڈیرا کیا۔ پھر کچھ دنون بعد شیر سنگھ سے رخصت لیکر اپنی جاگیر جمون کی طرف چلا گیا۔ دھیان سنگھ نے یہ سمجھا کہ شیر سنگھ کو مین نے ہی گدی پر بٹھایا۔ اور شیر سنگھ نے یقین جانا کہ جب تک دھیان سنگھ رہیگا مین نام ہی کا مہاراج ہون یہ بالکل اختیار اپنے ہاتھ مین رکھیگا۔ مجھے ہر طرح سے دھکا دے اور دبا دیگا۔ دلون مین فرق آیا۔ ایک کو دوسرے کی طرف سے کھٹکا پیدا ہوا۔ سندھان والون نے اس قابو کو اپنا

دلی مطلب پورا کرنے کے لیے بہت غنیمت پایا۔ رنجیت سنگھ کی
اولاد کے بعد گدی کا حق یہ اپنا سمجھتے تھے۔ اور شیر سنگھ سے
ناراض بھی ہو رہے تھے۔ ایک روز لہنا سنگھ اور اجیت سنگھ دونون
سندھان والے بھائیون نے اکیلے مین مہاراج کے پاس جاکر
یہ گل کترا کہ پرتھوی ناتھ ہمکو دھیان سنگھ نے آپ کی جان لینے
کے لیے بھیجا ہے۔ اور اس خدمت کی عوض ساٹھ لاکھ روپیہ
کی جاگیر دینے کا وعدہ کیا ہے۔ اور اسکا ارادہ ہے کہ آپ کو
مار کر دلیپ[1] سنگھ کو گدی پر بٹھاوے۔ اور جب تک وہ بڑا ہو
ریاست کا کام بے کھٹکے آپ کیا کرے۔ لیکن ہمنے اپنے نمک کی
شرط سے ادا ہونے کے لیے آپ کو اس بیوفا وزیر کے
بد ارادون سے اچھی طرح جتا دیا آگے آپ مالک ہین شیر سنگھ
اس بات کے سننے سے ذرا بھی نہ گھبرایا اور اپنی تلوار دونون
سندھان والے سردارون کے سامنے رکھکر بولا کہ اگر تم
میرے مارنے کو آئے ہو تو لو مین اپنی تلوار دیتا ہون
تم بیتابک مجھکو مار ڈالو۔ مگر یاد رکھو کہ جسطرح اب وہ تمسے مجھے
قتل کرواتا ہے بہت روز نہ گذرینگے کہ تمھین بھی قتل کروا ڈالیگا
سندھان والون نے عرض کیا مہاراج ہم تو آپ کو مارنے کو

[1] [illegible]

نہین بچانے کو آئے ہین۔ لیکن ایسے نمکحرام وزیر کو تو اب چھوڑنا
مناسب نہین۔ غرض سندھان والون نے شیر سنگھ سے دھیان سنگھ
کے مارنے کی اجازت لکھوا لی اور وہان سے یہ کہکر رخصت ہوئے
کہ اب ہم اپنی جاگیر پر جاتے ہین وہان سے اپنے سپاہیون کو لیکر
حاضری دینے کے بہانے آپ کے پاس آوینگے۔ اب اسوقت
دھیان سنگھ کو ہمارے سپاہیون کی موجودات لینے کے لیے
حکم دیجیے گا۔ ہمارے سپاہی اُسکو اور اُسکے بیٹے ہیرا سنگھ دونون کو
گولی سے مار دینگے۔ پھر یہ لوگ دھیان سنگھ کے پاس گئے اور
اُسکو وہ کاغذ دکھلایا جو شیر سنگھ نے اُسکے مارنے کے لیے لکھدیا تھا
دھیان سنگھ بہت گھبرایا لیکن جب سندھان والون نے اقرار کیا
کہ تیرے لیے ہم مہاراج ہی کو مار ڈالینگے تب تو اُسنے اُنکے ساتھ
بہت سے وعدے کیے۔ اُنھون نے یہان مہاراج کے
مارنے کی بھی وہی حکمت ٹھہرائی کہ جو مہاراج کے سامنے دھیان سنگھ
کو قتل کرنے کے لیے ٹھہرائی تھی۔ ندان دوسرے روز
سندھان والے اپنی جاگیر کو گئے اور تھوڑے ہی دنون مین
وہان سے پانچ چھ سو سوار اچھے مستعد ہتھیارون مین ڈوبے ہوئے
مرنے مارنے والے آئے دھیان سنگھ تو اُن دنون بیماری کا

بہانہ کرکے اپنے گھر بیٹھ رہا تھا۔ اور مہاراج باغون کی سیر مین
مشغول تھے۔ وہ تاریخ مہینے کی پہلی تھی۔ اسلیے دربار نہ تھا
مہاراج کشتی دیکھکر پہلوانون کو انعام اور رخصت دے رہے تھے
کہ یکبارگی سندھان والون نے آکر واہ گروجی کی فتح سُنائی۔
مہاراج بہت مہربانی سے اُنکی طرف متوجہ ہوے۔ اجیت سنگھ
نے ایک دونالی بندوق جسکی ہر ایک نلی مین دو دو گولیان بھری
تھین پیش کرکے ہنستے ہوے یہ بات کہی۔ کہ مہاراج دیکھو چودہ سو
روپیہ مین کیسی سستی ایک عمدہ بندوق مین نے لی ہے۔ اب
اگر کوئی تین ہزار بھی دیوے تو مین اُسکو نہین دینے کا۔ اور
جب مہاراج نے بندوق لینے کے لیے ہاتھ بڑھایا اجیت سنگھ نے
اُنکی چھاتی پر لیجا کر اُسے جھونک دیا۔ شیر سنگھ گولیون کے لگتے ہی
بیدم ہوکر گر پڑا۔ صرف اتنا ہی زبان سے نکلنے پایا "یہ کیا دغا"
قاتل مہاراج کا سر کاٹ کر اُس جگہ پہونچے جہان مہاراج کا بڑا
بیٹا تیرہ چودہ برس کا کنور پرتاب سنگھ تھا۔ لہنا سنگھ سندھان
والے نے تلوار اُٹھائی کنور اُسکے پیرون پر گر پڑا۔ اِس سنگدل نے
ایک ہی جھٹکے مین اُسکا کام تمام کیا اجیت سنگھ تو اُسی دم تین سو
سوار اور دو سو پچاس پیدل لیکر لاہور کی طرف دوڑا۔ اور لہنا سنگھ

[حاشیہ: شیر سنگھ کا قتل]

باقی دو سو سواروں کے ساتھ دھیرے دھیرے اُسکے پیچھے
روانہ ہوا۔ آدھے راستہ پر دھیان سنگھ بھی جو شیر سنگھ کے پاس
جاتا تھا۔ اجیت سنگھ کو ملگیا۔ اجیت سنگھ نے اُسے روکا اور کہا کہ
کام بالکل خاطرخواہ انجام ہوا۔ اب آپ قلعہ مین چلکر بندوبست
فرمائیے۔ اور اپنے وعدون کو پورا کیجیے۔ جب یہ لوگ قلعہ کے
اندر پہونچے۔ اجیت سنگھ کا اشارہ پاکر ایک سپاہی نے راجہ دھیان سنگھ کو
گولی ماری۔ اجیت سنگھ نے شہر مین منادی کرائی کہ دلیپ سنگھ مہاراجہ ہے
اور لہنا سنگھ سندھان والا اُسکا وزیر ہوا۔ دھیان سنگھ کا بیٹا راجہ
ہیرا سنگھ سندھان والون کے قابو مین نہ آیا۔ فوج کو اپنی طرف کرلیا
سو ضرب توپین لیکر قلعہ جا گھیرا تمام رات توپین چلتی رہین سورج
نکلتے ہی ہیرا سنگھ نے قسم کھائی کہ جب تک مین اپنے باپ کے
مارنے والون کو مرا ہوا نہین دیکھونگا کھانا پینا حرام ہے رانی بھی
دھیان سنگھ کی لونڈیون سمیت ستی ہونے کے لیے اس عرصہ مین
چتا پر چڑھنے کو تیار تھی ہیرا سنگھ نے سپاہیون سے پکار کر کہا کہ
رانی تب ستی ہوویگی جب اُسکے مالک کے مارنے والون کا سر
کاٹ کر اُسکے پیرون مین رکھا جاویگا۔ فوج اس بات کے سنتے ہی
جوش مین آئی۔ دیوار ٹوٹ گئی تھی قلعہ پر ہلا کردیا۔ اور

بات کی بات مین اندر جا داخل ہوئے اجیت سنگھ کا سر کاٹ کے
دھیان سنگھ کی رانی کے پیرون مین رکھا وہ اُسے دیکھکر نہایت
خوش ہوئی اور پھر دھیان سنگھ کی کلغی ہیرا سنگھ کی پگڑی مین لگا کر
آپ تیرہ عورتون سمیت ستی ہوگئی لہنا سنگھ سندھان والا مارا گیا
فوج لین کو چلی گئی - دلیپ سنگھ مہاراج اور ہیرا سنگھ وزیر کے
نام سے ڈونڈی پھری - تھوڑے ہی دنون کے بعد راجہ
ہیرا سنگھ اور اُسکے معتمد پنڈت جلا کی بعضی باتین ایسی ظاہر
ہونے لگین کہ فوج کا دل اُنسے ہٹ گیا - ہیرا سنگھ نے وزارت
چھوڑکر جمون کی طرف بھاگ جانے کا ارادہ کیا - اور فوج کی
قواعد دیکھنے کے بہانے سے شہر کے باہر نکلا - مگر شاہدرے سے
پانچسو قدم بھی آگے نہ بڑھا ہوگا کہ سکھ سوارون نے پہونچکر گھیر لیا
اور یہ کہا کہ تو پنڈت جلا کو ہمارے حوالے کر دے لیکن پنڈت نے
اپنی جان بچانے کے لیے آگے ہی بڑھنے کا اشارا کیا اور سکھون کا
کہنا کچھ بھی نہ سننے دیا - جب دس بارہ کوس نکل گئے اور دن قریب
دوپہر کے آیا قسمت کا مارا پنڈت جلا گھوڑے سے گر پڑا سکھون نے
اُسی دم اُسے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا - ہیرا سنگھ پیاس کی شدت سے
پانی پینے کے لیے ایک گانون مین اُترا سکھون نے گانون مین آگ

سنہ ۱۸۴۴ء

لگا دی اور ہیرا سنگھ کو اُسی جگہہ قتل کیا ہیرا سنگھ کا سر لاہوری
دروازے پر لٹکایا گیا۔ اور پنڈت جلا کا سر تمام شہر مین پھرانے کے
بعد کتون کو کھلایا گیا۔ ندان ہیرا سنگھ کے مارے جانے پر دلیپ سنگھ کا
ماموں جواہر سنگھ وزیر ہوا۔ لیکن اُسی عرصہ مین کنور پشور ا سنگھ نے
بگڑ کر اٹک کا قلعہ جا دبایا۔ جواہر سنگھ کے آدمیون نے پہلے تو
دم دلاسا دے کر اُسے قلعہ سے باہر نکالا اور پھر رات کے وقت
مار کر اٹک کے دریا مین ڈبا دیا۔ کنور پشورا سنگھ مہاراج رنجیت سنگھ
کے لڑکون مین سے تھا۔ بہادری کے باعث فوج کا پیارا تھا
اسکے مارے جانے کی خبر ظاہر ہوتے ہی تمام سپاہ کے دل مین
غصہ کی آگ بھڑک اُٹھی اکیسوین ستمبر ۱۸۴۵ء کو سارا

۱۸۴۵ء

لشکر دہلی دروازہ کے نزدیک آپڑا۔ ندان جب جواہر سنگھ نے
دیکھا کہ جان نہین بچتی مہاراج دلیپ سنگھ کو گود مین لیکر ہاتھی پر
سوار ہوا اور اپنی بہن یعنی دلیپ سنگھ کی مان رانی جندا کو بھی
جدا ہاتھی پر سوار کرا کر اپنے ساتھ لیا۔ لیکن جب سواری فوج کے
مقابل پہونچی سپاہیون نے اُسکے ہاتھی کو روکا اور فیلبان کو
دھمکا کر زبردستی بٹھوا دیا۔ مہاراج کو اُسکی گود سے چھین لیا اُسکا
کام گولی اور سنگینون سے اسی جگہہ تمام کیا۔ اس وزیر کے مرنے پر

پنجاب کے درمیان پوری بدعملی پھیل گئی۔ اور پھر وہان کوئی اور وزیر مقرر نہوا۔ رانی جندا کا صلاح کار راجہ لال سنگھ رہا۔ بالکل کام کاج اسی کے کہنے مطابق ہونے لگا پر اختیار سب بات مین فوج کا تھا۔ اور فوج کو اسقدر سامان لڑائی کا موجود ہوتے ہوتے بے شغل خالی بیٹھے رہنا پسند نہ تھا بیٹھے بٹھائے جیسے کسی کا سر کھجلاتا ہے خواہ مخواہ سرکار انگریز بہادر سے لڑنا بچارا۔ بہت لوگ یہ بھی کہتے ہین کہ منصوبہ اِس لڑائی کا رانی اور سردارون نے اُٹھایا تھا۔ اور فائدہ اُسمین یہ سوچا تھا کہ اسطرح تو فوج لاہور مین کبھی چپ چاپ نہین بیٹھی رہیگی جیسے اتنے راجہ اور سردارون کو مارڈالا اب جو باقی رہ گئے ہین اُنکے خون سے دل بہلا دیگی۔ اِس سے بہتر یہی ہے کہ یہ لوگ انگریزون سے لڑین۔ اگر سکھون کی فتح ہوئی تو بیشک یہ کلکتہ تک انگریزون کا پیچھا کرتے ہوئے چلے جاوینگے جلد لاہور کو نہ پھرینگے۔ اور جو انکی شکست ہوئی اور انگریزون کے ہاتھ سے مارے گئے۔ تو صاحبان عالیشان کسی کی جان کے خواہان نہین سب کی پنشن مقرر ہو جاویگی۔ گوالیار کی نظیر بہت دلپذیر تھی بچے ہوون نے اپنی جان کا بچاو اِسی مین دیکھا کہ فوج لاہور سے نکل جاوے۔ اور انگریزون سے لڑ پڑے۔

ندان فوج کو انگریزون پر چڑھائی کرنے کا حکم جاری ہو گیا۔
لارڈ ہارڈنگ اس بھروسہ پر کہ دونون سرکارون کے درمیان
صلح اور دوستی کا عہدنامہ برقرار و قائم تھا بالکل غافل رہا۔
یہانتک کہ راجہ لال سنگھ نے اپنے بائیس ہزار گھوڑچڑھے اور
چالیس تو پون کے ساتھ تیسوین نومبر کو لاہور سے کوچ کیا۔ اور
سردار تیج سنگھ بھی سولھوین دسمبر کو فوج سمیت وہان سے چلکر
اُس سے آشامل ہوا جبکہ گورنر جنرل کو خبر پہونچی کہ سکھون کی فوج
فیروزپور کے سامنے آن پڑی تو اُدھر سے بھی دوڑا دو رجمنٹ اور
رسالون کا کوچ ہونا شروع ہوا۔ اور کنھا کی سرا کے ڈیرون سے
گورنر جنرل نے لڑائی کا اشتہار جاری کر دیا۔ سکھون کی فوج جو اس
پار اُتری تھی۔ اسّی ہزار سے کم نہ تھی۔ تیج سنگھ اور لال سنگھ دونون نے
چاہا کہ فیروزپور پر حملہ کرین لیکن فوج نے قبول نہ کیا۔ اُنکے دل مین یہ بات
سما رہی تھی کہ فیروزپور کے قلعہ مین انگریزون نے سُرنگین کھود کر
باروت بچھا رکھی ہے جس وقت سکھ لوگ حملہ کرینگے باروت مین
آگ لگا دینگے۔ غرض کئی روز تک اسی طرح چپ چاپ فیروزپور
کے سامنے ڈیرہ ڈالے پڑے رہے۔ پر جب سُنا کہ انگریزی فوج کا
اُنکی طرف کوچ ہوا تو وہ بھی وہان سے انبالہ کی طرف روانہ ہوئے

سنہ ۱۸۴۵ع

اٹھارھوین دسمبر کو تیسرے پہر جب کہ راجہ لال سنگھ بارہ ہزار
سوار اور چالیس توپون کے ساتھ بڑھ کر مدکی سے دو کوس کے
فاصلہ پر آن پہونچا انگریزی فوج بڑا لمبا کوچ طے کرکے مدکی مین
پہونچی تھی ابھی ڈیرے بھی کھڑے نہین ہوے تھے سپاہی لوگ ہاتھ منھ دھونے
اور روٹی پکانے کی فکر مین تھے۔ گورنر جنرل اور کمانڈر انچیف
دونون یہ خبر سنتے ہی اپنے گھوڑون پر سوار ہوگئے اور لشکر مین
بگل لڑائی کا بجوا دیا جبدم انگریزی فوج جھپٹ کر سکھون سے
مقابل ہوئی گرد اُڑنے کے سبب اپنا اور بیگانہ کوئی بھی نہین
سوجھتا تھا۔ سکھ لوگ جو پہلے ہی سے جھاڑیون کی اوٹ مین
چھپ رہے تھے فرصت کے ساتھ انگریزی سوارون کو اپنی
بندوق کا نشانہ بناتے تھے۔ جنرل سیل جلال آباد والے اور
کئی بڑے انگریز اِس لڑائی مین مارے گئے۔ پر آخر انگریزون
کے سامنے سکھ لوگ کہانتک ٹھہر سکتے تھے گیدیون کی طرح
شیر کے سامنے سے بھاگنے لگے۔ اور کھیت صاحبان عالیشان
کے ہاتھ رہا۔ اکیسوین دسمبر کو انگریزی فوج نے سکھون کے
مورچون پر جو انھون نے پھیرو شہر کے پاس جمائے تھے حملہ کردیا
اُس روز رات کو بھی لڑائی ہوتی رہی اور میجر براڈ فورٹ انبالہ کا

ایجنٹ اُسی لڑائی مین کام آیا۔ لیکن سویرا ہونے کے پہلے ہی
دشمنون سے وہان ایک بھی باقی نہ رہا۔ بہت سے تو اِسی جگہ
انگریزی سپاہیون کے ہاتھ سے کٹ مرکر مٹّی مین ملے۔
اور جو باقی رہے سب کے سب ستلج کی طرف چلے سبرانون
کے پاس ہری کے پتن پر پہونچکر ڈیرا ڈنڈا تو اپنا ستلج کے دہنے
کنارے رکھا اور آپ لڑنے کے لیے ستلج کے بائین کنارے
رہے ستلج مین ناؤ کا پُل بنا لیا تھا سرکاری فوج بھی اُسی جگہ اُنکے
مقابل جا پڑی۔ اور مہینے بھر سے اوپر دونون فوج اُسی طرح
بے لڑائی پڑی رہین۔ انگریز لوگ تو اپنے بڑے قلعہ شکن توپخانے
کے جسے انگریزی مین سیج ٹرین کہتے ہین پہونچنے کے انتظار مین تھے
اور سکھ لوگ اس بھروسے پر تھے کہ اب یہ دب کر صلح کر لینگے
اسی عرصہ مین جنرل سر ہاری اسمتھ نے لدھیانہ کے نزدیک
علی وال مین سردار رنجور سنگھ کو جسنے وہان کچھ سکھ جمع کیے تھے
مار ہٹایا۔ اور راجہ گلاب سنگھ تین ہزار آدمیون کے ساتھ
جمون سے لاہور مین داخل ہو گیا۔ ندان دسوین فروری
سنہ ۱۸۴۶ء کو تڑکے تڑکے سرکاری فوج نے سکھون پر جو
اپنے مورچون کے اندر غافل پڑے ہوے تھے حملہ کیا۔

سنہ ۱۸۴۶ء

اور تھوڑی دیر کی سخت لڑائی مین اُنکا پیر میدان سے اُکھاڑ دیا۔
ایسی گھبراہٹ کے ساتھ بھاگے کہ اُنکے ہجوم سے پُل بھی ٹوٹ گیا
آدھے سے زیادہ آدمی ستلج مین ڈوب کر مرے۔ غرض یہ
لڑائی بڑی بھاری ہوئی۔ اور اسی لڑائی کے ہارنے سے سکھون کی
خودمختار سلطنت جو رنجیت سنگھ نے اِس محنت سے بنائی تھی
ہمیشہ کے لیے غارت ہوگئی۔ سرکاری فوج اُسی روز دوسرے
گھاٹ پُل باندھکر ستلج پار اُتری۔ اور پھر کوئی غنیم سامنے نہ رہنے
سے بافراغت منزل بمنزل لاہور کی طرف کوچ کرنے لگی کسور کے
ڈیرون مین راجہ گلاب سنگھ گورنر جنرل کی خدمت مین حاضر ہوا
اور پھر للیانی کے ڈیرون مین مہاراج دلیپ سنگھ کو بھی لے آیا۔
بیسوین فروری کو سرکاری فوج کے ساتھ گورنر جنرل لاہور مین
داخل ہوے اور نوین مارچ کو عام دربار مین مہاراج نے
اپنے سب سردارون سمیت آکر نئے عہدنامہ پر مہر و دستخط کیے
اس عہدنامہ کی روسے لاہور کے بالکل علاقے جو ستلج اِس پار
تھے۔ جالندھر۔ دوابہ سمیت سرکار کی عملداری مین آگئے
بیاسا سرحد ٹھہری۔ پچاس لاکھ روپیہ لڑائی کے خرچ کی بابت
مہاراج نے نقد ادا کیا۔ اور ایک کرور کے بدلے جمون و کشمیر

دے دیا۔ کہ وہ سرکار نے پھر روپیہ لیکر مہاراجگی کے خطاب کے ساتھ گلاب سنگھ کو عنایت فرمایا۔

جو بات رانی چندا اور اُسکے یار راجہ لال سنگھ نے گلاب سنگھ کو خراب کرنے کی سوچی تھی اُسی سے گلاب سنگھ کی ساری بات بنگئی۔ کیا قدرت ہے قادر مطلق وخالق برحق کی۔ جسقدر توپین لڑائی مین گئی تھین۔ بالکل سرکار کے حوالہ کردی گئین۔ بعدازان گورنر جنرل نے مہاراج اور مہارانی کے کہنے مطابق کچھ تھوڑی سی فوج لاہور مین رہنے دی۔ اور باقی سب اپنی چھاؤنیون کو روانہ ہوئی۔ اور یہ بھی ٹھہر گئی کہ سکھون کی فوج مین بیس ہزار سے زیادہ پیدل اور بارہ ہزار سے زیادہ سوار نہ رہین اور گورنمنٹ کی اجازت بدون کوئی غیر ملک کے آدمی افسر نہ بنائے جاوین مہاراج گلاب سنگھ نے جب کشمیر مین اپنا قبضہ کرنے کے لیے آدمی اور سپاہی بھیجے وہان کے صوبہ دار شیخ امام الدین نے سب کو مار کر نکال دیا۔ اور کشمیر چھوڑنے سے انکار کیا۔ لیکن لاہور کے ایجنٹ ہنری لارنس صاحب جب کچھ تھوڑی سی انگریزی فوج لیکر گلاب سنگھ کو دخل دلانے کے لیے پیرپنجال کے گھاٹے کے پاس جا پہونچے امام الدین اُنکے ساتھ لاہور چلا آیا۔

اور کشمیر مین بخوبی گلاب سنگھ کا قبضہ اور دخل ہوگیا۔ امام الدین نے
گلاب سنگھ کو کشمیر نہ دینے کا سبب یہ بیان کیا۔ کہ راجہ لال سنگھ
وزیر نے کشمیر چھوڑنے کے لیے منع لکھ بھیجا تھا۔ بلکہ لال سنگھ کا
مہری خط بھی اس مضمون کا پیش کر دیا۔ لال سنگھ اس قصور مین
وزارت سے موقوف ہو کر نظر بند رہنے کے لیے پہلے ڈیڑھ
اور پھر دو ہزار پنشن پر آگرہ بھیجا گیا۔ اور کاروبار ریاست کا
سردار تیج سنگھ سردار شیر سنگھ سردار شمشیر سنگھ سردار ندھان سنگھ
سردار عطر سنگھ سردار رنجور سنگھ دیوان دینا ناتھ اور خلیفہ نور الدین
کے سپرد ہوا۔ اس عرصہ مین میعاد سرکاری فوج کی لاہور مین
رہنے کی پوری ہوگئی تھی۔ اور نزدیک تھا کہ لاہور چھوڑ کر ستلج اس پار
چلی آوے لیکن سردارون نے یہ بات نہونے دی۔ اور فوج رہنے
کے لیے سرکار سے بہت منت کی تب ناچار سرکار نے اُنکی عرض
قبول کر کے یہ تجویز ٹھہرائی کہ جب تک دلیپ سنگھ سولہ برس کا نہو
جتنی فوج سرکار ملک کی حفاظت کے لیے کافی سمجھے لاہور مین
رکھے۔ اور خرچ اُسکا بائیس لاکھ روپیہ سال لاہور کے خزانہ سے
ملا کرے۔ اور ملک کا بندوبست اور انتظام ایجنٹ بہادر کی
صلاح اور حکم مطابق ہوتا رہے۔ اور رانی چنداں کے گذارے کو

ڈیڑہ لاکھ روپیہ سال نقد ٹھہر جاوے۔

رانی جیندا اختیار گھٹ جانے کے باعث روز بروز ہر طرح کے فساد اُٹھانے لگی۔ اور دلیپ سنگھ کو بھی بہکانے اور پھسلانے لگی یہانتک کہ جسروز سردار تیج سنگھ کو راجگی کا خطاب دینا ٹھہرا تھا دلیپ سنگھ نے صاف انکار کردیا کہ ہم اسکو راجگی کا تلک نہین کرینگے اور آخر جب سردارون نے دیکھا کہ رانی جیندا لاہور مین رہ کر مہاراج کو بھی خراب کریگی اور ملک مین فتور ڈالیگی صاحب ایجنٹ کی صلاح سے ساتھ گورنر جنرل کا حکم حاصل کیا ئے اور پنشن گھٹاکر شیخوپورہ مین جو لاہور سے سولہ کوس کے فاصلہ پر ہے نظر بند کردیا۔

لارڈ ڈلہوسی

۱۸۴۸ء لارڈ ہارڈنگ اٹھارھوین جنوری ۱۸۴۸ء کو ولایت چلے گئے اور اُنکی جگہ پر لارڈ ڈلہوسی گورنر جنرل مقرر ہوکر آئے۔

۱۸۴۷ء ۱۸۴۷ء کے آخر مین دیوان مولراج ملتان کے ناظم نے لاہور مین آکر اپنی نظامت کا استعفا داخل کیا اور سبب اُسکا یہ بیان کیا کہ جمع بڑھ جانے اور پرمٹ کا بندوبست دوسری طرح پر ہوجانے سے اُسکو نقصان پڑا اور ملتانیون کا مُرافعہ یعنی اپیل لاہور مین

مٹنے جانے سے اپنا اُنکا پہلا سا دباؤ باقی نہ رہا۔ نذان استعفا منظور ہوا اور اگینو صاحب اور لفٹنٹ انڈرسن صاحب اس مراد سے ملتان بھیجے گئے کہ اِس صوبہ کو مولراج سے لیکر سردار کاہن سنگھ نئے ناظم کے سپرد کردین۔ اڑھائی ہزار پیادے اور سوار اور چھ توپین اُنکے ہمراہ تھین۔ انیسوین اپریل ۱۸۴۸ء کو جب دونون صاحبون نے قلعہ کے اندر جاکر بخوبی ملاحظہ کرلیا۔ مولراج نے اُسکو اُنکے سپرد کیا۔ وے گورکھائی پلٹن سے دو کپتانون کو قلعہ مین چھوڑکر باقی آدمیون کے ساتھ اپنے ڈیرون کی طرف لوٹے۔ دیوان مولراج اور سردار کاہن سنگھ دونون ساتھ تھے۔ قلعہ کے دروازے سے باہر نکلتے ہی کسی سپاہی نے اگینو صاحب کو برچھی اور تلوار سے گھائل کیا اور پھر تھوڑی ہی دور آگے انڈرسن صاحب کا بھی یہی حال ہوا۔ مجرم بھاگ گئے۔ صاحبون کو اُنکے آدمی اُٹھاکر ڈیرہ مین لائے دوسرے دن صبح کو قلعہ سے انگریزی لشکر پر گولے چلنے لگے شام تک انگریزی فوج کے سب لوگ مولراج سے جا ملے۔ کل پچیس تیس آدمی دونون صاحبون کے پاس رہ گئے۔ اکیسوین کو مولراج کی فوج نے نکلکر اُنپر حملہ کیا اور دونون گھائل صاحبون کو اُسی جگہ مار ڈالا۔ جب یہ خبر لاہور مین پہونچی اُسی دم کچھ فوج

شیر سنگھ کے ساتھ ملتان کو روانہ کی گئی۔ اور بہاولپور کے
نواب کو اور لفٹنٹ اڈوارڈس کو جو اُن دنون ہزارہ کی کمان
پر تھا اور فیروزپور کی فوج کو ہر طرف سے مدد کے لیے کوچ
کرنے کی تاکید ہوئی اسی عرصہ مین لاہور کے درمیان
رانی کے آدمیون نے سرکاری فوج کے کچھ سپاہیون سے
ملکر اسطرح کی سازش کی کہ ایک ہی دن وہان سب صاحب
لوگون کو زہر دین اور قتل کر ڈالین لیکن بھید کھلجانے کے
سبب رانی چندا تو چنار گڈھ کے قلعہ مین قید رہنے کے لیے
بنارس بھیجی گئی اور اُسکے آدمی گنگا رام کہان سنگھ اور
گلاب سنگھ پھانسی دیے گئے۔ باقی مفسدون نے اپنے اپنے
قصور کے موافق سزا پائی۔ گورنر جنرل کا ارادہ تھا کہ
جاڑے تک یہ مہم ملتوی رہے۔ لیکن اقبال زبردست
کیون ایسا ٹاسنے لگے لفٹنٹ اڈوارڈس جو سرحد پر تھا
بارہ سو جوان اور دو توپ لیکر سندھ اس پار اُتر آیا
اور کرنل کٹلینڈ کے ساتھ جو کچھ تھوڑی سی فوج ملتان
کی طرف جاتی تھی اور نواب بہاولپور کے یہان سے
جو کچھ تھوڑی سی فوج پہونچ گئی تھی شامل کرکے اٹھارھوین

جون کو گیزی کی لڑائی مین اور پہلی جولائی کو ساڈھوسین کی لڑائی مین مولراج کو مار بھگایا مولراج ملتان کے قلعہ مین بند ہوا۔ جنرل ہوئش لاہور سے سات ہزار آدمی لیکر لفٹنٹ اڈوارڈیس کی مدد کو پہونچا اور سردار شیر سنگھ کو سکھون کی فوج کے ساتھ ملتان جانے کا حکم ملا۔ اس عرصہ مین شیر سنگھ کا باپ سردار چتر سنگھ جو ہزارہ کی کمان پر تھا مولراج کی جانب ہوگیا۔ اور اٹک کا قلعہ لینا چاہا۔ چودھوین ستمبر کو سردار شیر سنگھ بھی اپنے پانچہزار سکھون کے ساتھ مولراج کی طرف چلا گیا۔ ادھر گرو مہاراج سنگھ نے کچھ سکھون کو جمع کرکے ہوشیار پور کے پاس لوٹ مار مچادی اُدھر کانگڑے کے پاس کئی چھوٹے چھوٹے راجا باغی ہوگئے گویا تمام پنجاب مین غدر مچا۔ شیر سنگھ کی جماعت بڑھنے لگی لاہور کو کوچ کیا۔ کابل والون سے بھی سازش ہونے لگی امیر دوست محمد خان نے آکر پشاور پر اپنا قبضہ کیا۔ اور وہان کے ایجنٹ میجر لارنس کو ان مفسدون نے قید کرلیا اُدھر گورنر جنرل بہادر نے بمبئی سے سات ہزار آدمی ملتان روانہ ہونے کا حکم دیا۔ اور اکتوبر کے آخر تک بنگالہ کا لشکر بھی فیروزپور مین جمع ہونے لگا۔ سولھوین نومبر کو جارج گورڈن

کی اور گیارہ ہندوستانی پلٹنین اور تین گورے کی اور دس
ہندوستانی رسالے اور اٹھتر توپین لیکر کمانڈر انچیف لارڈ گف
راوی پار اُترے - بائیسوین کو چناب پر رام نگر مین اور تیسری
دسمبر کو شاہ دولھا پور مین لڑائی ہوئی شیر سنگھ نے پیچھے ہٹ کر
جھیلم پر چلیان والہ مین مورچے جمائے - یہان تیرھوین جنوری کو
بڑی کڑی لڑائی ہوئی کھیت سرکار کے ہاتھ رہا لیکن چار توپ
کھوئی گئین اور دو ہزار تین سو ساٹھ آدمی اور نواسی افسرون کا
نقصان ہوا - بمبئی کی فوج پہونچ جانے سے جنرل ہویٹن نے
ملتان کے قلعہ پر ہلا کرنے کی تیاری کی لیکن ستائیس دن لڑکر
اور تھک کر بائیسوین جنوری ۱۸۴۹ء کو مولراج نے قلعہ
حوالہ کر دیا - اور جنرل ہویٹن کے پاس چلا آیا جنرل ہویٹن
کمانڈر انچیف سے جا ملا - اور اسکے شامل ہونے سے
کمانڈر انچیف کے پاس سو توپ کے ساتھ بیس ہزار کا لشکر
ہو گیا شیر سنگھ کے پاس بھی گجرات مین ساٹھ توپ اور
پچاس ہزار آدمیون کی بھیڑ بھاڑ تھی بائیسوین فروری کو لڑائی
ہوئی - سکھون نے شکست کھائی ترپن توپ سرکار کے ہاتھ آئی -
انگریزون نے سندھ تک پیچھا کیا - بارھوین مارچ کو شیر سنگھ اور

۱۸۴۹ء

چتر سنگھ نے جو کچھ رہ گیا تھا سب سمیت اپنے تئین جنرل گلبرٹ
کے حوالہ کر دیا۔ دوست محمد اپنے آدمی لیکر کابل چلا گیا۔
ایک لڑکا اُسکا یہان کھیت رہا۔ گرو مہاراج سنگھ پکڑا گیا
پہاڑی راجاؤن نے بھی اپنے کیے کا پھل پایا۔ اُنتیسوین مارچ کو
گورنر جنرل لارڈ ڈلہوسی نے پنجاب کی ضبطی کا اشتہار جاری فرمایا۔
خزانہ توپخانہ بالکل سرکار کے قبضہ مین آیا۔ کوہ نور ہیرا قیصر ہند
ایمپرس وکٹوریا کو نذر بھیجا گیا۔ دلیپ سنگھ پانچ لاکھ روپیہ
سال پنشن پر فتحگڈھ یعنے فرخ آباد گئے۔ اور وہان سے
عیسائی ہو کر انگلستان مین جا رہے۔ سردار چتر سنگھ شیر سنگھ کے
ساتھ نظر بند رہنے کو کلکتہ بھیجا گیا۔ مولراج کالے پانی یعنی انڈمن ٹاپو
کو روانہ ہوا لیکن راستہ ہی مین مرا۔ پنجاب کی حکومت
کے لیے گورنر جنرل نے بورڈ آف ایڈمنسٹریشن مقرر کیا۔
اسمین سر ہنری لارنس انکے بھائی جان لارنس اور مانسل تین
ممبر رہے۔ تھوڑے ہی دنون بعد مانسل کی جگہ سر رابرٹ
مانٹگمری آ گئے۔ جسطرح لارڈ ایلنبرا نے سندھ انگریزی عملداری
مین ملایا تھا لارڈ ڈلہوسی نے پنجاب ملایا۔ لیکن لارڈ ڈلہوسی نے
اپنے ولایت جانے پر اس سے بڑھکر زیادہ عمدہ اور بہتر انتظام

سنہ ۱۸۵۲ء

شاید ہندوستان کے اور کسی حصہ مین نہین چھوڑا ۱۸۵۲ء مین برہما سے دوبارہ لڑائی ہوئی- اور انگریزی عملداری پیگو تک پہونچی- حال اُسکا یہ ہے کہ سنہ ۱۸۲۶ء کے عہدنامہ کے مطابق برہما کے بندرون مین انگریزی سوداگرون کی خاطرداری ہونی چاہیے تھی- لیکن اب رنگون کے حاکم نے اُنپر ظلم اور سختی کرنی شروع کی لارڈ ڈلہوسی لڑنا نہین چاہتا تھا لیکن جب دیکھا کہ برہما والے عقل سے دور اور اُنکو راہ بتلانا نہایت ضرور آٹھ ہزار آدمی جنرل گاڈون کے ساتھ روانہ

سنہ ۱۸۵۲ء

کیے- اپریل سنہ ۱۸۵۲ء مین اُنھون نے برہما والون کو شکست دیکر رنگون اور مرتبان اُنسے چھین لیا اور دسمبر مین لڑائی خرچ سے ڈرے اور آگے کو ایسی حرکت سے روکنے کے لیے کورٹ آف ڈائرکٹرس کے حکم مطابق پیگو کے سب علاقے انگریزی عملداری مین ملگئے گویا وہان والون کے دن پھر سے- یاد ہوگا

سنہ ۱۸۱۸ء

کہ سنہ ۱۸۱۸ء مین انگریزون نے ستارا شواجی کی اولاد کو دے دیا

سنہ ۱۸۳۹ء

تھا- اور سنہ ۱۸۳۹ء مین گدی نشین راجا کو خارج کرکے اُسکے

سنہ ۱۸۴۸ء

بھائی کو بٹھانا پڑا تھا- یہ بھائی سنہ ۱۸۴۸ء مین لاولد مرا لیکن اُسنے مرتے وقت ایک لڑکا گود لیا تھا- کورٹ آف ڈائرکٹرس کی

رائے مین عہدنامہ مطابق اس گود لیے لڑکے کو گدی کا حق
نہین پہونچتا تھا۔ بس رعیت کے فائدہ کی نظر سے لارڈ ڈلہوسی
نے اُس لڑکے کا اچھا پنشن مقرر کرکے ستارا لے لیا۔ اسی طرح
۱۸۵۳ء مین راجا کے مرنے پر ناگپور ضبطی مین آیا۔ اِسنے کوئی
لڑکا گود نہین لیا تھا تمام علاقے مین اندھیر کھاتہ مچ رہا تھا۔
جھانسی کی ضبطی کا بھی ایسا ہی سبب ہوا شیو راؤ بھاؤ کے
ساتھ جو وہان پیشوا کی طرف سے تھا ۱۸۰۴ء مین عہدنامہ ہو گیا
تھا ۱۸۱۷ء مین جب بندیلکھنڈ پیشوا سے انگریزون نے لے لیا
جھانسی کا علاقہ بھاؤ کے وارث کو بحال رکھا اُسکے پوتے
راؤ رامچندر کو ۱۸۳۲ء مین راجہ کا خطاب دیا۔ اور اُسنے
۱۸۳۵ء مین مرتے وقت ایک لڑکا گود لیا۔ سرچارلس مٹکاف نے
گود لینا نامنظور کرکے بھاؤ کے ایک لڑکے راؤ گنگادھر کو جو تب تک
جیتا تھا گدی پر بٹھایا۔ اسکے وقت مین ایسی بے انتظامی ہوئی
کہ اٹھارہ کی جگہ کُل تین ہی لاکھ وصول ہونے لگا۔ اِسنے بھی
۱۸۵۳ء مین مرتے وقت ایک لڑکا گود لیا لیکن سرکار نے
منظور نہین کیا۔ اور دوسرا کوئی وارث نہ رہنے کے سبب
سارا علاقہ ضبط کر لیا۔

۱۸۵۳ء
۱۸۰۴ء
۱۸۱۷ء
۱۸۳۲ء
۱۸۳۵ء
۱۸۵۳ء

سنہ ۱۸۰۱ء

اسی سال کرناٹک بھی مندرج احاطہ مین ملا سنہ ۱۸۰۱ء مین
عظیم الدولہ کو وہان کا نواب بنایا تھا۔ لیکن عہدنامہ مین دنسلاً
بعد نسل، یعنی موروثی ہونے کا کچھ ذکر نہین تھا

سنہ ۱۸۵۳ء

سنہ ۱۸۵۳ء مین
جب اُسکا پوتا لا ولد مرا عظیم جاہ اُسکے چچا نے دعوے گدی کا
کیا۔ سرکار نے نا منظور کرکے اُسکے اور اُسکے کُنبے کے لیے اچھا

سنہ ۱۸۸۱ء

خاصہ پنشن مقرر کردیا سنہ ۱۸۸۱ء کے عہدنامہ مطابق حیدرآباد
کے نواب کو پانچہزار پیادے دو ہزار سوار اور چار باٹری
توپخانہ کا خرچ جو سرکار کی طرف سے کنٹنجنٹ کے طور پر
وہان رہتا تھا ادا کرنا چاہیے تھا لیکن اسمین حیلہ حوالہ ہونے لگا۔
اور روپیہ باقی پڑا۔

سنہ ۱۸۴۳ء

سنہ ۱۸۴۳ء مین نواب کو اطلاع دگیئی کہ اگر آگے روپیہ
برابر ادا نہو گا۔ کچھ علاقہ نکال لیا جائیگا۔ معاملہ اور بھی بدتر ہوا۔

سنہ ۱۸۵۲ء

ناچار سنہ ۱۸۵۲ء مین لارڈ ڈلہوزی نے کہلا بھیجا کہ اب علاقہ
لینا پڑا۔ گو نواب کے آدمیون نے روپیہ ادا کرنے
کی کوشش کی لیکن جب ظاہراً نا امیدی معلوم ہوئی۔ سرکار نے

سنہ ۱۸۵۳ء

سنہ ۱۸۵۳ء کے عہدنامہ مطابق فوج خرچ کے لیے برار وغیرہ

سنہ ۱۸۶۰ء

علاقون مین اپنا انتظام کرلیا۔ اور پھر سنہ ۱۸۶۰ء کے عہدنامہ

مطابق صرف برابر کافی سمجھکر باقی سب علاقون کو چھوڑدیا۔

سنہ ۱۷۹۹ء سنہ ۱۷۹۹ء مین جب لارڈ ویلزلی نے میسور کی ریاست پھر قائم کی عہدنامہ مین یہ شرط لکھ گئی تھی کہ جب ضرورت ہوگی سرکار اپنا انتظام کریگی سنہ ۱۸۳۱ء سنہ ۱۸۳۱ء مین جب راجا کی غفلت اور زیادتی سے رعیت نے سرکشی اور بغاوت اختیار کی لارڈ بنٹینگ نے وہان کی حکومت اپنے ہاتھ مین لے لی راجا کو عہدنامہ کے مطابق آمدنی کا روپیہ جو خرچ سے بچا حوالہ کیا۔ محصول گھٹا رعیت کو سکھ چین ملا۔ غرض ایسا اچھا انتظام ہوا کہ جہان چوالیس لاکھ مشکل سے وصول ہوتا تھا بیاسی لاکھ ہونے لگا۔ لارڈ ہارڈنگ سے راجا نے اپنے

سنہ ۱۸۵۶ء اختیار کی بحالی چاہی۔ لیکن یہ بات منظور نہوئی سنہ ۱۸۵۶ء مین اُسنے لارڈ ڈلہوسی سے چاہی۔ اسنے بھی نامنظور کی۔ لارڈ ڈلہوزی کو بھروسا کورٹ آف ڈائرکٹرس کا تھا۔ اور کورٹ ڈائرکٹرس کو بڑا رعیت کے فائدہ کا لحاظ تھا۔

اسی سال یعنی جسمین ناگپور۔ جھانسی اور کرناٹک والے لاولد مرے باجی راؤ پیشوا بھی بٹھور مین ستتر برس کا ہوکر لاولد مرگیا۔ اسکے گود لیے لڑکے نانا راؤ نے آٹھ لاکھ پنشن جو

۱۸۱۹ء

۱۸۱۹ء مین باجی راؤ کو دیا گیا تھا اپنے نام بحال چاہا - یہ کیونکر
ہوسکتا تھا پنشن تو حین حیات تھا نانا نے ولایت مختار بھیجا -
یہان اور ولایت دونون جگہون سے اسکا دعوی ڈسمس ہوا -

اب کچھ حال اودھ کی ضبطی کا سنو یہ جاری کام لارڈ ڈلہوسی کا
گویا آخری تھا سنہ ۱۷۷۵ء ہی مین وارن ہسٹینگز نے نواب آصف الدولہ
کو رعیت کی تباہی اور بدانتظامی سے چتایا تھا - لارڈ کارنوالس
اور سر جان شور بھی چتاتا رہا - یہان تک کہ جب انگریزون کی مدد سے
سعادت علی خان نواب ہوا - لارڈ ویلزلی نے ۱۸۰۱ء مین
اس بات کا کہ رزیڈنٹ کی صلاح مطابق انتظام درست
کرے - ایک عہدنامہ لکھوا لیا - تیس برس بعد لارڈ بنٹینک کو
بھی معلوم ہو گیا کہ بے مداخلت کام نہ چلیگا - کورٹ آف ڈائرکٹرس
سے اجازت حاصل کر کے نصیر الدین حیدر کو دھمکایا کہ اب اختیار
چھین کر پنشن مقرر ہو جائیگا - اس دھمکی سے کچھ بہت کام نہ نکلا -

۱۸۴۶ء

لارڈ آکلینڈ اور زیادہ ضروری جھگڑون مین پھنسا رہا ۱۸۴۶ء مین
یعنی پہلی پنجاب کی لڑائی ختم ہونے پر گورنمنٹ نے پھر اودھ کی
طرف توجہ کی - اور رعیت کی تباہی اور پریشانی کی خبر لی
لارڈ ہارڈنگ خود لکھنؤ گئے - اور بادشاہ کو زبانی سمجھایا

سنہ ۱۸۵۱ء اور پھر جلدی ہی ۱۸۵۱ء مین لارڈ ڈلہوسی نے کرنل سلیمن کو
دہان کا رزیڈنٹ مقرر کیا اور حکم دیا کہ بالکل علاقے مین دورہ
کرکے اپنی آنکھون سے رعیت کی حالت دیکھے۔ اور وہان کے
انتظام کا رپورٹ کرے۔ رپورٹ آیا لیکن اُس سے بدتر ہونا ممکن نہ تھا
گویا دنیا کے ظلم اور زیادتیون کی فہرست تھی۔ رعیت کی تباہی
اور پریشانی سے بھری تھی۔ بادشاہ عیش مین ڈوبے ہوے
تھے۔ عدالت کے مالک گوئیے بجوئیے تھے۔ عہدہ دار اپنے
عہدہ نذرانہ دیکر مول لیتے تھے اور پھر رعیت کو لوٹ کر اپنی
جیب بھرتے تھے۔ تو بھی لارڈ ڈلہوسی نے ضبطی ملتوی
سنہ ۱۸۵۴ء رکھی۔ اور ۱۸۵۴ء مین جنرل اٹرم کو رزیڈنٹ مقرر کرکے
نئے سرسے تحقیقات کا حکم دیا۔ جس سے معلوم ہو کہ کرنل سلیمن
کی رپورٹ پر بادشاہ نے انتظام کی کیا درستی کی۔ جنرل اٹرم نے خوب
تحقیق کرکے بہت افسوس کے ساتھ لکھا کہ درستی کچھ بھی نہین
ہوئی ہے اور نہ ہونے کی کچھ اُمید ہے۔ لارڈ ڈلہوسی نے دیکھا
کہ اب چپ رہنا گناہ مین داخل ہوگا کورٹ آف ڈائرکٹرس کو
لکھ بھیجا کہ بادشاہ بنا رہے ہے لیکن دیوانی فوجداری کا
اختیار لے لیا جاوے۔ جنرل لو جو کرنل سلیمن سے پہلے رزیڈنٹ

تھے۔ اب کونسل مین بھرتی ہو گئے تھے۔ سب میمبرون نے لارڈ ڈلہوسی کی رائے سے اتفاق کیا۔ لیکن دو میمبرون نے سوائے ضبطی کے اور کسی تدبیر مین کچھ فائدہ نہ دیکھا۔ دو مہینے کے کامل غور کے بعد کورٹ آف ڈائرکٹرس نے بورڈ آف کنٹرول کی منظوری کے ساتھ ضبطی کا حکم لکھ بھیجا بادشاہ کو پندرہ لاکھ پنشن دیا۔ بادشاہ نے اپنا ڈیرہ کلکتہ مین جا کیا کمپنی کی سند مین جو میعاد گذرنے پر ۱۸۵۳ء مین نئی ملی۔ نئی بات تین درج ہوئی پہلے یہ کہ کورٹ آف ڈائرکٹرس کے میمبرون کی تعداد تیس سے اٹھارہ ہو گئی۔ اسمین بھی چھ کی مقرری شاہی اہلکارون کے اختیار مین رہی۔ دوسرے بنگالہ اور پنجاب کا ایک ایک لفٹنٹ گورنر جدا مقرر ہوا۔ تیسرے سول سروس کے لیے امتحان کا قاعدہ مقرر ہو کر اسپر سے کورٹ آف ڈائرکٹرس کا اختیار اٹھ گیا۔

لارڈ کیننگ

غرض لارڈ ڈلہوسی اپنی میعاد ختم ہونے پر ولایت چلے گئے اور یہان اُنکی جگہہ لارڈ کیننگ آئے۔ اب مختصر سا کچھ حال بلوہ کا لکھتے ہین۔ انگریزی لوگ ابتک اسکے اصلی

سبب پر بحث کرتے ہین - انگلستان یداس سے بڑھکر کبھی کوئی تعجب نہوا ہوگا اور ہوا ہی چاہیے جنکے ملک انگلینڈ مین زیادہ آدمی ایک ہی قوم اور ایک ہی مذہب کے بستے ہین قانون مطابق وکالتاً بادشاہی کرتے ہین اپنے ملک کے لیے جان دینے کو طیار رہتے ہین عورتین بھی ملکداری کے معاملون مین دخل دیتی ہین گویا سوسیانے ایک مت کی مثل پر چلتے ہین وہ کیون نہ اس بات سے تعجب مین آوین کہ صرف ایک چکنائی لگے کارتوس کام مین لانے کے حکم سے بنگالہ کی ساری فوج بگڑ جاوے وہ فوج جو سیکڑون لڑائیون مین سرکار کے نمک کی شرط بجا لائی اور اپنے افسرون کو ماباپ سمجھتی رہی اب اُنھین افسرون کا گلا کاٹے فوج کے بگڑتے ہی سارے ہندوستان مین کھلبلی پڑجاوے - بدمعاش ہر طرف لوٹ مار مچا دیوین رئیس امیر جو انگریزون کے بڑھائے بڑھے اور جنکے بلائے انگریز آئے کچھ پروا نکرین بلکہ جنکو ایسے وقت مین سرکار کے لیے جان و مال سب نچھاور کرنا چاہیے تھا بہتیرے اُنھین سے الگ رہ کر تماشا دیکھا کرین لیکن ہم لوگون کے لیے اسمین کوئی تعجب کی بات

نہین ہے فوج مین تو سپاہیون کو یقین ہو گیا تھا کہ اسطرح یہ
کارتوسون کے کام مین لانے کا حکم جان بوجھکر صرف اُنکی
جات لینے کے لیے دیا گیا ہے اُن نئے کارتوسون مین
اسلیے کہ بندوق کی نلی مین پھنس نہ رہین چربی کی چکنائی
لگائی جاتی تھی اور چربی کا چھونا ہندوون کو منع ہے۔
یہ بے صبرے سپاہی اتنا کہان سوچ سکتے تھے کہ وہ کارتوس
دوسری طرح پر بھی کام مین آسکتا ہے جسمین اُنکی جات نہ جاوے
اور ضرور کچھ لحاظ ہوگا اگر اچھی طرح اِن مشکلون کی خبر
سرکار تک پہونچائی جاوے۔ سپاہیون نے سمجھا کہ بڑی بیعزتی
ہوئی۔ غرضمند اور مطلبی یارون نے اِنکو اور بھی بھڑکایا کہ اُنکی
بیعزتی جان بوجھکر کی گئی۔ اِن دیکھتے ہی دیکھتے یہ بلوہ کی ہوا
سارے ہندوستان مین پھیلی بر لی ہی چھاونیان تو اسکے
زہر سے بچی رہین باقی سب مین سپاہیون نے آفت مچائی
جب سپاہی بگڑے تو پھر بدمعاشون کا اُبھرنا کیا تعجب ہے
حاکم کا ڈر نہ رہنے سے لوٹ مار مین کونسا تردد ہے۔
جب اونچی جات والے سپاہیون نے میرٹھ مین اپنے
افسرون پر گولی چلا کر جیلخانہ کھول دیا۔ تو گوجرون کا کیا

قصور ہے جسکی لاٹھی اُسی کی بھینس سب نے اِسی پر عمل کیا۔
اور اگر پوچھو کہ شریفون نے رئیسون نے بڑے آدمیون نے
بلوہ دبانے مین سرکار کو مدد کیون نہین دی۔ تو ہم یہی کہینگے
کہ انہین ایسی ہمت اور بہادری کسنے پائی۔ بھلا یہ بنیے
مہاجن لالہ بابو ہتھیار چلانے کے لائق ہین۔ بنج بیوپار روپیہ
پیسے کا کام جو چاہو اُنسے لو۔ راجا مہاراجہ اپنے علاقون
کی آمدنی عیش آرام مین خرچ کرتے ہین۔ حفاظت کا بھروسا
سرکار پر رکھتے ہین جلوس کے لیے کچھ سوار پیادے رکھ لیے
تو کیا وہ سرکار کے قواعد سیکھے سپاہیون سے لڑ سکتے ہین
ذرا غور کرو۔ یہ لوگ اپنی ہی جان بچانے کی فکر مین پڑ گئے
تھے۔ ہان سرکار کی پھر سلطنت جمنے کی دعا دل سے مانگتے
تھے سوا اسکے "لاہی" یعنی سرکار کی خیرخواہی کے
معنی مین فرنگستان اور ہندوستان کے درمیان بڑا
فرق ہے جسکے نام کی ڈونڈی پٹے اسکا حکم ماننا یہی یہان کی
خیرخواہی ہے۔ سیکڑون برس سے جو بادشاہون کا
اولٹ پلٹ دیکھا کیے ہین اب اُنکی پروا ہی نہین ہے
پٹھان مغل مرہٹون کے ظلم اور زیادتی نے انکو ایسا بگاڑ دیا

کہ "ہیبیس آ کارپس" کے لیے ہمکو یہان کی بولی مین کوئی لفظ ہی نہین ملا۔ اُنکے خیال ہی مین وہ آزادی نہین آسکتی جسکے لیے انگریزون نے اسٹوارٹ کے خاندان کو تخت سے اُتارا۔ نہ وہ اٹلی والون کی خودمختار ہونے کی خوشی یا جرمنی والون کی قومی ہمدردی اُنکے خیال مین آسکتی ہے جس سے وہ ملک ایک ہوکر ایسی بڑی "ایمپائر" یعنی شاہنشاہی ہوگیا۔

غرض یہ ۱۸۵۷ع کے بلوہ کی جڑ صرف ہندوستانی فوج کا بگڑ جانا ہے کہ جسکا علاج اُسوقت ولایتی یعنی گورون کی فوج یہان کم رہنے کے سبب جیسا چاہیے ترت نہوسکا اور بغاوت کے معنی تو کل اُتنے ہی لگ سکتے ہین کہ بدمعاش اور مفسدون کو جیسے اندھے کے ہاتھ بٹیر لگ جائے من مانا موقع ملجانے سے غدر مچگیا۔ ۱۸۵۷ع

اب کچھ تھوڑا سا حال اس بلوہ کے بڑے بڑے ہنگامون کا لکھا جاتا ہے۔ بائیسوین جنوری ۱۸۵۷ع کو کلکتہ کے پاس دمدمے مین جہان توپ خانہ اور فوج رہتی ہے سترھوین ہندوستانی پلٹن کے کمان افسر (کمانڈنگ افسر) کو معلوم ہوا کہ سپاہی لوگ یہ افواہ سُنکر کہ کارتوسون ۱۸۵۷ع

ہین گاے اور سور کی چربی لگی ہے نہایت گھبرا گئے ہین ۔
اور جڑ اِس افواہ کی یہ بتلاتے ہین کہ توپ خانہ کے کسی خلاصی نے
دہان کسی سپاہی سے پانی پینے کو لوٹا مانگا جب سپاہی نے
اپنا لوٹا دینے سے انکار کیا تو خلاصی نے کہا کہ خیر ہمکو لوٹا
دینے سے تو تمہاری جات جاتی ہے لیکن جب گاے اور
سور کی چربی ملے کارتوس دانت سے کاٹوگے تب دیکھینگے
تمہاری جات کیا ہوتی ہے ۔ سپاہیون سے یہی معلوم
ہوا کہ اسطرح کی خبر تمام ہندوستان ہین پھیل گئی ہے اور
اب چھٹی لیکر گھر جانے پر گھر والے کاہے کو ساتھ کھائین پیئینگے
یہ بڑی دہشت لگی ہے ۔ اِس بات کی تحقیقات ہوئی اور
اُسی مہینے کی ستائیسوین کو گورنر جنرل نے حکم دے دیا کہ
چربی کی جگہ جو سرکاری میگزینون ہین لگائی جاتی تھی سپاہی
خود بازار سے تیل اور موم خرید کر اپنے ہاتھ سے کارتوسون ہین
لگالیوین پنجاب کو بھی یہی حکم بھیجا گیا ۔ لیکن افسوس ہے
کہ نہ گزٹ ہین چھپایا گیا اور نہ تمام چھاونیون ہین فوج
کو سمجھایا گیا ۔

یہ ہوا دمدمے سے بہرام پور پہونچی ۔ وہان اُنیسوین ہندوستانی

پلٹن تھی۔ انیسوین فروری کو رات کے وقت پریڈ پر جمع
ہوئی کمان افسر ایک سو اسی سوار اور دو توپین لیکر آیا
سپاہیون نے کہا کہ صاحب ہم سُنکر کہ ہم لوگون سے زبردستی
کارتوس کٹوانے کو گورے بلوائے گئے ہین بڑا ڈر پیدا ہوا ہے
کرنل میچل نے سمجھایا کہ اب کارتوس دانت سے نہین کاٹنے
پڑینگے ہاتھ سے توڑکر بندوق مین بھرے جاوینگے پلٹن اپنی
لین کو چلی گئی۔ لارڈ کیننگ نے اس خیال سے کہ دوسری
پلٹن بھی انیسوین کا طریقہ نہ اختیار کرین انیسوین پلٹن کو کلکتہ
کے پاس بارکپور کی چھاونی مین بلوا کر اسکا نام کٹوا دیا۔ اسی
کے بعد وہان بارکپور مین چونتیسوین پلٹن کے کسی سپاہی نے
اپنے کسی افسر پر چوٹ چلائی اُسکے ساتھیون نے اُسے
گرفتار تک نہ کیا۔ سزا مین اس چونتیسوین پلٹن کی بھی سات
کمپنیون کا نام کاٹا گیا اور دو آدمیون کے لیے پھانسی کا
حکم ہوا۔ سترھوین کو دو آدمی کالے پانی بھیجے گئے۔
گورنمنٹ کا ارادہ تھا کہ اسطرح پر جھٹ پٹ
سزا دے دلا کر سرکشی دبا دیوے لیکن سپاہی اُلٹے
اور بھی بگڑ گئے۔

پانچوین مئی کو میرٹھ مین تیسرے رسالے کے پچاسی سوارون نے کارتوس کام مین لانے سے انکار کیا۔ اور نوین کو کورٹ مارشل سے اُنھین سخت محنت کے ساتھ جدا جدا میعاد کی قید کا حکم ملا۔

دوسرے ہی دن تمام ہندوستانی فوج نے جو اُسوقت وہان چھاونی مین تھی یعنی اِس رسالے کے ساتھ دو پلٹنون نے ملکر بلوہ کیا۔ قیدیون کو جیلخانہ سے نکال دیا۔ اپنے افسرون پر گولی چلائی۔ چھاؤنی مین آگ لگائی۔ فرنگی جو ہاتھ لگے سب کو مارڈالا۔ نہ عورت نہ بچہ اُن پاپیون کے ہاتھ سے بچا۔ اور تعجب یہ کہ بائیس سو گورون کی فوج وہان موجود تھی لیکن کمان افسر نے کچھ ہاتھ پیر نہ ہلایا۔ تمام بلوائیون کو مرنے سے دہلی چلے جانے دیا۔ اُنھون نے دہلی مین بھی وہی میرٹھ کا سا حال کیا شاہ عالم کے پوتے بہادر شاہ کو جو وہان قلعہ مین گورنمنٹ سے پنشن پاتا تھا بادشاہ بنا بلوائی اپنے جوش مین باولے بنگلے تھے بھلا بُرا یا واجب غیر واجب کچھ نہین دیکھتے تھے۔

دہلی مین گورون کی فوج نہ تھی یہی بڑی آفتون کی جڑ ہوئی

بہتیرے مسلمان دلی کی بادشاہی پھر قائم ہونا چاہتے تھے
وے عیسائیون کی حکومت سے نکلکر پھر اسنے لمبے چوڑے
خطاب اور بڑی بڑی جاگیرون کے ملنے کا ایسے وقت
مین پورا بھروسا رکھتے تھے۔ بعضے عقل کے پورے
ہندو بھی اُنکے شامل ہوگئے۔

غدران دیکھتے دیکھتے ہی یہ بلوہ کی آگ ایسی پھیلی۔ کہ ایک
دفعہ تو گویا دوآب اودھ اور روہیلکھنڈ سے سوائے میرٹھ کی
چھاونی لکھنؤ کی رزیڈنسی اور آگرہ اور الہ آباد کے قلعہ کی
بالکل انگریزی عملداری ہی اُٹھ گئی۔

کانپور مین سپاہیون نے پانچین جون کو بلوہ کیا۔ اور
نانا راؤ کو اپنا سردار بنایا۔ نانا کو سرکار سے اپنا عوض لینے کا
یہ اچھا موقع ملا۔ جنرل ہیو ویلر بارکون مین سو رسپے لگا کر
سات سو انگریزون کے ساتھ کہ جسمین زیادہ میم بچے اور
نہ لڑنے والے صاحب لوگ تھے بند ہوا۔ بائیس دن تک
بڑی بہادری کے ساتھ لڑکر جب کھانے اور لڑنے کا
سامان نہ رہا جان کی امان کا قول و قرار لیکر سب نے
اپنے تئین نانا کے حوالے کر دیا۔ اس کمبخت نے سب کو

کٹوا ڈالا میم اور بچون کا بھی کچھ خیال نہ کیا نواب تفضل حسین خان
کی بغاوت کے سبب جو صاحب لوگ فتحگڈہ فرخ آباد سے
نکل آئے تھے اُنکی بھی اُسنے جان لی۔ جو میم اور بچے بچ
رہے تھے جولائی مین سرکاری فوج پاس پہوسنچنے پر
اُن سب بیچارون کی گردن ماری۔ صرف دو صاحب
اسکے ہاتھ سے بچ نکلے۔ گویا اِس مصیبت کی کہانی سُنانے کو
جیتے رہے۔ اودھ کی فوج جون کے شروع ہی مین بگڑ گئی اور
بادشاہ بیگم اور اُسکے لڑکے برجیس قدر کے نام سے پھر
پُرانی نوابی چمکی۔ تعلقہ دارون کا زور ظلم انگریزی عملداری
مین دیا رہا۔ اب برجیس قدر کے جھنڈے تلے پھر اُٹھانے کا
اچھا موقع پایا۔ سر ہنری لارنس رزیڈنٹ یعنی بیلی گارڈ مین
انگریزون کے ساتھ بند ہوئے کچھ اُنہین لڑنے والے تھے
اور کچھ نہ لڑنے والے۔

روہیلکھنڈ کو نواب خان بہادر خان نے دبا یا۔
مئو نیچ نصیر آباد کی فوجین اور ہلکر اور سیندھیا کی کنٹنجنٹون
نے بھی بلوہ مچایا۔

جھانسی کی رانی اور باندہ کے نواب نے بندیلکھنڈ بھی [illegible]

قبضہ کیا۔ دہلی تو گویا بلوے کا مرکز تھا جو فوج جہان بگڑی سب نے
سیدھا دہلی کا راستہ لیا۔ جیسا بڑا بلوہ ہوا۔ ویسا ہی لارڈ کیننگ
بھی بڑا گورنر جنرل تھا۔ ترت مندراج اور بمبئی سے فوجین ادھر کو
روانہ کرائین۔ جو گورون کی پلٹنین چین کو جاتی تھین راستے ہی سے
سب یہان منگالین۔ لیکن سرکار کا بڑا سہارا پنجاب تھا۔
سرحد ہونے کے سبب اور سکھون سے وہان گورون کی
فوج زیادہ ہے سر جان لارنس کو جن ہندوستانی پلٹنون سے
نمک حلالی اور وفاداری کا بھروسا نہ تھا ترت سب سے
ہتھیار رکھوا لیا۔

کمانڈر انچیف نے سات ہزار فوج سے آٹھوین جون کو
دہلی کی پہاڑی پر مورچہ جا جمایا۔ بلوائیون کا زور تھا دھیرے
دھیرے محاصرہ بڑھا کر چودھوین ستمبر کو دھاوا کر دیا۔ قدم قدم
پر لڑائی ہوئی اور لہو بہا یہان تک کہ انیسوین کو قلعہ بھی ہاتھ
آگیا اور دہلی مین پھر سرکاری عمل ہوا۔ آدمی دونون طرف کے
بہت کام آئے۔ شاید ۱۷۳۹ع کی نادرشاہی مین بھی شہر کے
اندر اس سے بڑھ کر نہین مارے گئے۔

بہادر شاہ کنبے سمیت قید کیے گئے اور رنگون جاکر

کچھ دنون بعد انھی قید مین مرے۔

جولائی کے شروع مین جنرل ہیولاک صاحب دو ہزار آدمی اور کچھ توپین لیکر کانپور اور لکھنؤ لینے کو چلے۔ بارھوین اور پندرھوین کو نانا کی فوج فتحپور اور پانڈو ندی سے بھگا کر سترھوین کو کانپور داخل ہوے لیکن لکھنؤ مین بیلی گارڈ والون کو جو بیسوین ستمبر تک مدد نہ پہونچا سکے نوین نومبر کو نئے کمانڈر انچیف سر کالن کیمپل تین ہزار آدمیون کے ساتھ لکھنؤ جا کر بیلی گارڈ والون کو کانپور نکال لائے۔ باغی اور ریلوائی سب دیکھنے کے دیکھتے ہی رہ گئے۔ جنرل اٹرم کو کچھ فوج کے ساتھ لکھنؤ کے باہر عالم باغ مین چھوڑ آئے تھے۔ کانپور مین ایک بھاری لشکر اکٹھا کر کے مارچ ۱۸۵۸ء کے شروع مین پھر لکھنؤ گئے۔ ایک ہفتہ کی بڑی کڑی لڑائی کے بعد سولھوین کو لکھنؤ ہاتھ آیا مہاراج سر جنگ بہادر نے جو اپنے گورکھون کی فوج لیکر نیپال سے مدد کو آئے تھے اچھا کام دکھلایا۔ بیگم اور برجیس قدر نانا سمیت ترائی کی طرف بھاگے۔ اور پھر نہ سُنائی دیے

۱۸۵۸ء

ندان دہلی اور لکھنؤ کے ہاتھ آنے سے بلوہ ختم ہوا۔ اورجب ادھر روہیلکھنڈ بھی لے لیا اور ادھر جھانسی کو سر ہیو روز نے

صاف کیا سب جگہ امن چین ہو گیا۔ یہ ولایت مین پارلامنٹ
والون کی یہ راے ٹھہری کہ اب ہندوستان کی حکومت کمپنی
سے لیجاے بیچ سے ہے مالک پیدا کرنے ولے کو جو کچھ کام اس
کمپنی سے لینا تھا وہ پورا ہو چکا دیکھو پلاسی کی لڑائی سے
اس سو برس کے اندر سرکار کمپنی بہادر نے کیا کیا کام کر دکھایا
اور ہمارے ہندوستان کے ملک کو کہان سے کہان پہونچا دیا
جس زمین مین لوگ گاے بھی نہین چراتے تھے وہان اب
سندر کھیتیان ہوتی ہین۔ جہان زمیندار رنت باقی مالگزاری کی
علت مین پکڑے باندھے جاتے تھے وہان اب پکے بندوبست
کی بدولت قسط بقسط مالگزاری ادا کرکے پانون پھیلا کے
سوتے ہین جن راستون مین بکری کا گذر نہ تھا وہان بگھیان
دوڑتی ہین۔ جہان اشرفیون کو بھی میسر نہ تھی وہان آنون پر
ریل گاڑیان حاضر ہین۔ جہان قاصد نہین چلسکتا تھا وہان تار
کی ڈاک لگ گئی ہے۔ جہان قافلون کی ہمت نہین پڑتی تھی
وہان اب ایک ایک بڑھیا سونا اُچھالتی چلی جاتی ہے
جہان ہزارون کی تجارت ہوتی تھی وہان کرورون کی
نوبت پہونچ گئی ہے۔ جنھین دن بھر مزدوری کرنے پر بھی

پاؤ بھر ستو یا چنا ملنا کٹھن تھا اُنکی اجرت اب چار اور آٹھ آنہ روز سے کم نہین ہے جن کسانون کی کمرین لنگوٹی دکھلائی نہین دیتی تھی اُنکی گھر والیان گہنے جھمکاتی پھرتی ہین کیا پل اور کیا نہر کیا مسافرخانے اور کیا دارالشفا کیا پولیس اور کیا کچہری کیا انصاف اور کیا قانون کیا علم اور کیا ہنر کیا زندگانی کا ضروری اسباب اور کیا عیش کا سامان جو کچھ اس کمپنی کے راج مین دیکھا گیا نہ پہلے کسی کے خیال مین آیا تھا نہ آج تک کہین سُنا گیا۔ گویا جنگل پہاڑ جھاڑ جھنکاڑ سے اس دیس کو باغ ہمیشہ بہار بنا دیا۔

کیا قدرت ہے قادر مطلق اور خالق برحق کی کہ انگلستان کے جن سوداگرون اور دوکانداروں نے کمپنی بنکر اپنے بادشاہ سے ہندوستان مین تجارت کرنے کی سند لی آج اُنھون نے اس سارے ہندوستان جنت نشان خلاصۂ جہان کی پوری سلطنت اپنے بادشاہ شاہنشاہ قیصرۂ ہند ایمپرس وکٹوریا کو راللیشور دن دن بڑھا‌ئے پرتاپ اُسکا نذر کی۔ دوسری اگست ۱۸۵۸ء کو پارلامنٹ نے یہ حکم دیا کہ اب آگے کو ایسٹ انڈیا کمپنی کے ساجھی

۱۸۵۸ء

ہندوستان سے کچھ علاقہ نہ رکھین جو کچھ اُنکا روپیہ لگتا ہے
اُسکا سو وخزانہ سے لیا کرین۔
بادشاہی ہندوستان بین بادشاہ کی رہے۔ یہ بھی خوش نصیبی
ہندوستان کی تھی سوداگرون کے تحت سے نکلکر خاص
بادشاہ کے تحت مین آیا کالے آدمی بھی ایمپرس وکٹوریا کی
خاص رعیت کہلائے۔ کوئی مسلمان بادشاہ ہوتا اس بلوہ
کے بعد یہان قتل عام اور شہرون کو ڈھا کر گدہے کا ہل چلانے
کے لیے حکم دیتا لیکن معدن کرم مخزن رحم عفو مین طاق
شہرہ آفاق عالیجناب قمر رکاب شاہنشاہ فلک بارگاہ
ملکہ معظمہ قیصر ہند وکٹوریا دام اقبالہا نے جو اشتہار بھیجا اور پہلی
نومبر کو لارڈ کیننگ گورنر جنرل نے آپ پڑھکر الہ آباد مین
سب لوگون کو سُنایا اُسکے سُننے سے سارے پرجا کا من
کنول کی کلی سا کھل گیا۔
اسکی نقل نیچے لکھی جاتی ہے۔ اسے پڑھنے والو اپنے
پیدا کرنے والے مالک سے یہی دعا مانگو کہ ہماری ایمپرس
وکٹوریا قیصر ہند کی سلطنت لازوال ہووے اور ایسی
رعیت پرور شاہنشاہ ہم لوگون کے سر پر سدا بنی رہے۔

اشتہار

۱۸۵۸ء

(جیسا پہلی نومبر ۱۸۵۸ء کے گورنمنٹ گزٹ مین چھپا ہے)

ملکۂ معظمہ باجلاس کونسل بنام والیان و سرداران اور جمہور انام ہند

ملکۂ معظمہ وکٹوریا بالفضل خدا مملکت گریٹ برٹن اور آئرلینڈ اور آبادیہاے اور مضافات واقع یورپ اور ایشیا اور افریقہ اور امریکا اور آسٹرل ایشیا کی ملکہ اور ظہیر المذہب کی طرف سے خاص و عام مین حسب تفصیل ذیل مشتہر کیا جاتا ہے۔

واضح ہو کہ بوجوہ کاملہ ہمارے اس ارادے کو ہمنے بصلاح اور اتفاق راے امراے ملتی اور ملکی کے اور مختاران عوام جو پارلامنٹ مین فراہم ہوے مصمم کیا ہے کہ ممالک ہند کا انتظام جسکا انصرام آنریبل ایسٹ انڈیا کمپنی کو آج تک امانتاً مفوض رہا ہے اپنے اہتمام مین لاوین پس اس قرطاس کی رو سے ہم اطلاع دیتے اور اعلان فرماتے ہین کہ بصلاح اور اتفاق راے مذکورۂ بالا کے ہمنے ملک مزبور کا انتظام اپنے

اہتمام مین لیا اور ہم اس قرطاس کی روسے اپنی جمیع رعایا
کو جو قلمرو مذکور مین موجود ہین تاکیداً فرماتے ہین کہ ہماری
اور ہمارے ورثا اور جانشینون کی وفاداری اور اطاعت
کرین اور جس کسی کو ہمارے نام اور ہماری طرف سے
ملک کے انتظام کرنے کے لیے وقت بوقت آیندہ مقرر کرنا
مناسب سمجھین اُسکی فرمانبرداری کیا کرین - اور جو فرزند
ارجمند معزز اور معتمد علیہ مشیر خاص نواب چارلس جان
وائیکونٹ کیننگ صاحب کی وفاداری اور قابلیت
اور فہم و فراست کی نسبت ہمکو اطمینان اور خاطر جمعی
کلی حاصل ہے اسلیے صاحب موصوف یعنی وائیکونٹ
کیننگ صاحب کو ممالک مذکور کے انتظام ہماری طرف
اور نام سے کرنے کے لیے اور برعایت اس قوانین
اور آئین کے جو ہمارے وزیر الممالک کے ذریعہ سے
اسکے پاس وقت بوقت پہونچے عمل کرنے کے لیے
ہمارا قائم مقام اول اور ممالک مذکور کا گورنر جنرل مقرر کیا
اور جو کوئی بالفعل کسی عہدہ پر کیا ملکی اور کیا فوجی سرکار
آنریبل ایسٹ انڈیا کمپنی کی نوکری مین مامور ہے اس

قرطاس کی رو سے سب کسی کو اپنے عہدہ پر بحال اور
قائم فرماتے ہین۔ مگر ہماری مرضی آیندہ مشروط رہے
اور وہ سب انھین آئین اور قوانین کی رعایت کرتے
رہین جو آیندہ نافذ کیے جائینگے۔

اور والیان ہند کو اطلاع دیتے ہین کہ جس کسی عہد و پیمان
کو خود آنریبل ایسٹ انڈیا کمپنی نے ظہور مین لایا یا اُنکی
اجازت سے انعقاد پایا اِن سب کو ہم پذیرا اور قبول کرتے
ہین اور اُنکے ایفا معینہ کرتے رہینگے اور چشمداشت ہے
کہ والیون کی طرف سے بھی اسی طرح سے تعمیل ہوتی
رہیگی جو ملک بالفعل ہمارے قبضہ مین ہے اُسکا ازدیاد
نہین چاہتے ہین ہمکو گوارا نہو گا کہ کوئی شخص ہماری مملکت
یا حقوق مین دخل بجبر کرے اور انتقام نہ پاوے اور
علی ہذا القیاس پیشقدمی کسی کی بہ نسبت مملکت یا حقوق اوروں
کے ہماری جانب سے منظور نہو گی والیان ہند کے حقوق
اور منزلت اور عزت مثل اپنے حقوق اور منزلت اور
عزت کے عزیز سمجھینگے اور ہمکو آرزو ہے کہ والیان ہند کو
اور ہماری رعایا کو بھی ایسی سعادت اور فن اخلاق کی

ترقی جو کہ ملک کی صلح اور نیک انتظام سے پیدا ہوتی ہے حاصل ہوتی رہے جو لوازم بہ نسبت اپنی دوسری رعایا کے ہمارے اوپر عائد ہین۔ انھین لوازم کو بہ نسبت رعایاے ممالک ہند کے ہم اپنے ذمہ واجب جانتے ہین اور خدا کے فضل سے وفاداری اور راستی کے ساتھ لوازم مذکور کی تعمیل کرینگے اگرچہ ہمکو مذہب عیسائی کے صدق کی نسبت یقین کلی حاصل اور تسلی خاطر سے جو اوس سے ہوا کرتی ہے ہمکو ساتھ شکر گذاری کے اعتراف ہے توبھی ہمکو نہ منصب ہے نہ آرزو کہ کسی رعیت سے خواہ مخواہ اپنے عقیدہ کو قبول کرادین ہمارا حکم شاہانہ اور مرضی ہے کہ کسی ایک مذہب کو کسی دوسرے مذہب پر ترجیح دی نہ جاے اور کسی شخص کو بوجہ اعتقاد یا رسمیات مذہبی کے ایذا نہ دیجاوے اور سب رعیت کی قانون کی رو سے بغیر طرفداری کے محافظت ہوتی رہے اور ہماری طرف سے تاکید ہوتی ہے کہ کوئی شخص جو ہماری نوکری مین ملک ہند کے انتظام کے لیے مقرر ہو کسی رعیت کے اعتقاد اور عبادت مذہبی کی نسبت دست اندازی نہ کرے والا ہمارا غضب ہوگا

اور یہ بھی ہمارا حکم ہے کہ جہانتک ممکن ہو ہماری سب رعیت

کسی قوم یا مذہب کی بلا تعرض اور طرفداری کے ہماری نوکری
مین ایسے عہدہ پر مقرر کیے جاوین جسکی خدمت کو بلحاظ تربیت اور
قابلیت اور دیانت کے بخوبی انجام دیسکین۔ ہمکو بخوبی معلوم ہے
کہ اہل ہند اُن اراضی کو جو اُنکے بزرگون سے وراثتاً پہونچی ہے
بہت عزیز جانتے ہین اور اُنکی اس سمجھ پر ہم نظر التفات رکھینگے
اور حقوق اُنکے جو کہ اراضی سے متعلق ہین بشرط ادا کرنے مطالبہ
سرکاری کے محفوظ رکھنا منظور ہے اور ہمارا حکم ہے کہ قانون
کی تجویز اور بھی قانون کے نفاذ مین عموماً حقوق قدیمی اور ملک
ہند کی رسم ورواج اور دستورون پر لحاظ ہوتا رہے۔

بعض مفسد لوگون نے کلام دروغ پھیلا کے ہم وطنون کو
ورغلایا اور اُنسے بغاوت فاش کرائی اور ملک ہند پر بلا اور
آفت پڑی اور یہ حال سُنکے ہمکو نہایت افسوس ہوا سو ہماری
قدرت اور اقتدار اس طرح ظاہر ہوا ہے کہ معرکہ کے میدان
مین بغاوت باغیون کی دفع کی گئی اب ہماری مرضی ہے
کہ ان شخصون کی نسبت جو دھوکھا کھائے اور پھر اطاعت مین
آنے چاہے اُنکی تقصیرات کے معاف کرنے سے اپنے ترحم کو ظاہر کرین
اس نیت سے کہ زیادہ خونریزی ہونے پاوے اور ہمارے

ملک ہند مین جلد امن چین ہو جاوے ہمارے قائم مقام اور گورنر جنرل نے ایک خط مین یہ امید دلائی ہے کہ منجملہ اُن اشخاص کے جو عذر مکروہ کے ایام مین جرم مضر سرکار کے مرتکب ہوے اکثر کے تقصیرات بشرط بعض شرائط مخصوص کے معاف کیے جاوینگے اور جو سزا اُن لوگون پر عائد ہوگی جنکی تقصیرات نے احاطۂ رحم سے انکو باہر کیا ہے اُسکا بھی اعلان کرایا ہے چنانچہ ہمارے قائم مقام اور گورنر جنرل کے عمل مذکور کو ہم پذیرا اور قبول کرتے ہین علاوہ اسکے حسب ذیل اعلان فرماتے ہین یعنی۔

جن لوگون نے جان بوجھ کے قاتلون کو پناہ دی ہو یا جو لوگ باغیون کے سردار ہوے ہون یا ترغیب دینے والے ہوئے ہون اُنکی نسبت صرف یہی وعدہ ہوسکتا ہے کہ اُنکی جان بخشی ہووے لیکن ایسے لوگون کی سزا کی تجویز مین اُن سب احوال پر جنکے اعتبار سے وے اپنی اطاعت سے پھر گئے غور کیا جائیگا اور اُن لوگون کی نسبت جو بے سوچے مفسدون کی جھوٹی باتون پر اعتماد کرکے مجرم ہوئے بڑی رعایت ظاہر کیجائیگی۔

دوسرے اور سبھون کو جو سرکار کی مخالفت مین ہتھیار بند ہین وعدہ ہوتا ہے کہ اُنکی تقصیر سرکار کی نسبت اور رہاری

سلطنت اور منزلت کی نسبت بلا شرط معاف اور فراموش
کیجائیگی مگر وے اپنے اپنے گھرون مین جائین اور اپنے اپنے
پیشے صلح وسداد مین ہاتھ لگائین - ہماری یہ بھی مرضی شاہانہ ہے
کہ رحم اور عفو کے یہ شرائط اُن سبھون سے متعلق ہونگے جو قبل
تاریخ پہلی جنوری ۱۸۵۹ء کے شرائط مذکورے کے مطابق عمل کرین - ۱۸۵۹ء
جب ملک مین خدا کے فضل سے پھر امن چین ہو تو بدل وجان
ہماری آرزو ہے کہ ملک ہند مین صنعتکاری کی تقویت ہووے
اور افادۂ خلائق کے لیے کارہاے مثل طیاری سڑک ونہر
وغیرہ مرتب ہووین اور ملک کا انتظام بنظر افادہ ہماری رعایاے
باشندۂ ملک مذکور کے ہوتا رہے رعیت کی فراغبالی سے ہماری
اقتدار اور اُنکی قناعت سے ہماری بیخطری حاصل اور اُنکی شکرگزاری
ہمارے لیے پورا صلہ ہے اور خداے قادر ہمکو اور ہمارے
حکام ماتحت کو ایسی قدرت دیوے کہ واسطے افادۂ خلائق کے
انھین ہماری مرادون کو اتمام مین پہونچا دین -

۱۸ مضامین۔ اُردو نثر درسی کتاب تعلیم کی جسمین مختصر حالات سکنتلا و آرایش محفل و گنج خوبی و تاج گنج کے روضہ و روایات مرزا و خواب پریشان و عاصم کی کہانی کا بیان ہے۔

۱۹ سکھون کا طلوع و غروب یعنی سکھون کے انقلاب حکومت کا ذکر بطرز خاص اور صحیح واقعات تحریر ہوے ہین۔

۲۰ کچھ بیان اپنی زبان کا۔ ہندوستانی زبان کا بیان کیا گیا ہے۔

۲۱ چنبیلی اور گلاب کا قصہ۔ یہ نہایت ہی دلچسپ قصہ ہے جو بہت سی مرتبہ طبع ہوا اور ہاتھون ہاتھ فروخت ہوا

۲۲ سچی بہادری۔ اسمین نصیحت آمیز چھوٹے دلچسپ قصہ جات ہین۔

۲۳ مقرعۃ الکاہلین۔ کاہلون کے افعال اور چستی و چالاکی کا بیان۔

۲۴ حقائق الموجودات۔ بیان تمام حیوانات و نباتات کا مع تصاویر مشہور تعلیمی کتاب ہے۔

۲۵ حالات عمری کارٹلر صاحب بہادر کمشنر۔ سوانح عمری کارٹلر صاحب بہادر کمشنر جنکے اوصاف اور انسانی صفات سے سبق حاصل ہوتا ہے۔

کتب ہندی

۲۶ بھوگول ہستاملک حصۂ دوم۔ ہندوستان کے ملکون کا مفصل حال۔

۲۷ چھوٹا بھوگول ہستاملک۔ بھوگول ہستاملک کا خلاصہ بیان ہے۔

۲۸ اتہاس تمر ناسک حصۂ اول۔ تواریخ ہندوستان حالات راجگان ہند و اخیر عملداری مسلمانون تک۔ کتاب آئینہ تاریخ نما اسکا ترجمہ ہے۔

۲۹ ایضاً حصۂ دوم۔ تواریخ ہندوستان شروع عملداری انگریزی سے عہد گورنر جنرل ہند لارڈ کیننگ صاحب بہادر تک کتاب آئینہ تاریخ نما اسکا ترجمہ ہے۔

۳۰ ایضاً حصۂ سوم۔ ہندوستان کے لوگون کے زمانۂ سابق کی اصلی کیفیت و حالات وغیرہ کا بیان ہے کتاب آئینہ تاریخ نما اسکا ترجمہ ہے۔

۳۱ ہندی بیاکرن۔ کتاب قواعد صرف و نحو کی نہایت عمدہ اوصاف کے ساتھ مدون ہوئی ہے۔

۳۲ بابان منورنجن۔ کتاب درسی نثر عمدہ عمدہ قصہ جات نصیحت آمیز واسطے لڑکیون کے

۳۳ گٹکا حصۂ اول۔ کتاب درسی نثر جسمین عمدہ عمدہ برگزیدہ کتب سے دلچسپ مضامین منتخب ہوئے ہین

۳۴ ایضاً حصۂ دوم۔ ایضاً۔

۳۵ ایضاً حصۂ سوم۔ ایضاً۔

۳۶ بانو دھرم سار۔ یہ نہایت عمدہ کتاب دھرم شاستر کی مشہور کتاب منوسمرتی سے ترجمہ ہوئی ہے

۳۷ بانو دھرم سار مع انگریزی یہ نہایت عمدہ کتاب دھرم شاستر کی مشہور کتاب منوسمرتی سے ترجمہ ہوئی ہے۔

۳۸ سکھون کا اُدے اور است۔ سکھون کے انقلاب حکومت کا ذکر بطرز خاص اور صحیح واقعات تحریر ہوئے ہین۔

۳۹ برن مالا - ابتدائی کتاب واسطے تعلیم بتدیان مع تصاویر۔

۴۰ بدیا انکر - بیان تمام حیوانات و نباتات کا مع تصاویر مستعمل و مشہور تعلیم کی کتاب ہے۔

۴۱ سوم بودھ کتاب درسی مبتدیان مع تلفظ اردو الفاظ ناگری ہین۔

۴۲ راجہ بھوج کا سپنا - راجہ بھوج کا مختصر حال اور اُنکی محنتون کا تذکرہ ہے جس سے عام تعلیم کی ترقی راجہ بھوج کے زمانہ کی معلوم ہوتی ہے۔

۴۳ اسیون کا کوڑا - کتاب نثر کا ہلون کے نقص بیان ہوے ہین عجیب و دلچسپ کتاب ہے۔

۴۴ تو بدن دیانندی - یہ عمدہ کتاب بجواب لکچر دیانند سرستی کے ہے۔

۴۵ موہ مدگر سٹیک - گوبند استوتر کا بیان مع بھاشا ٹیکا آسان الفاظ مین ہے اسمین بھگوان کی استت ہے۔

۴۶ جین اور بودھ کا بھید - جین اور بودھ مت کا اسرار اور اصول تفاوت کا تذکرہ ہے۔

۴۷ بھاشا کلپ سنوتر - اسمین جین مت کا برنن بہت سے مہاتماؤن کے لکھے ہوے کے موافق ہے۔

۴۸ پریم رتن - اسمین سری کرشن جی کا کورچھیتر مین رہنا اور جسودا اور رادھکا وغیرہ گوپیون سے ملنا نہایت عمدہ عمدہ دوہا چوپائی چھندون مین بیان کیا ہے۔

۴۹ گیت گوبند آدرش - یہ کتاب سنسکرت مع بھاشا ٹیکا نہایت عمدہ کتبون مین ہے پنڈت جے دیو کی بنائی ہوئی۔

۵۰ پرسنوتر مالا - اس کتاب مین ویدانت کے اشلوک ہین مع بھاشا ٹیکا۔

۵۱ قصہ سینڈ فورڈ و مرٹن حصہ اول - نہایت عمدہ نصیحت آمیز قصہ جو انگریزی سے ترجمہ کیا گیا ہے۔

۵۲ اوپنشد سار - یہ خلاصہ اوپنشد کا ہے۔

۵۳ نوگل نشسٹ کے کچھ چنے ہوے اشلوک۔

۵۴ نانو دھرم سار کا سار۔

۵۵ لیلا وتی بھاشا - یہ مشہور کتاب ہے جو کئی مرتبہ طبع ہو چکی ہے۔

کتب انگریزی

۵۶ ہسٹری آف انڈیا حصہ اول - تواریخ ہندوستانی جسکو ایچ کیمبسن صاحب بہادر ایم - اے سابق ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم ممالک مغربی و شمالی نے بجواب کلکتہ یونیورسٹی نے اتہاس ترناسک حصہ اول سے ترجمہ کیا۔

۵۷ ہسٹری آف انڈیا حصہ دوم ترجمہ اتہاس ترناسک حصہ دوم بشرح صدر۔

۵۸ ہسٹری آف انڈیا حصہ سوم ترجمہ اتہاس ترناسک حصہ سوم

کتب ذیل چھپائی ہین یہ ہین عنقریب اشاعت پذیر ہونگی

۵۹ لکچر گیان و کرم۔

۶۰ حروف تہجی۔

۶۱ بھوگول ہستا ملک حصہ اول۔

۶۲ انگریزی اکشر کے سیکھنے کے اوپائے۔

۶۳ بچون کا انعام۔

۶۴ انفنٹ گدھ ریڈر۔

۶۵ بیر سنگہ کا چرتانت۔

۶۶ بھوگول ہستا ملک حصہ سوم۔